تنظیم اسلامی کا ترجمان

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

06

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

مسلسل اشاعت کا
30 واں سال

4 تا 10 رجب المرجب 1442ھ / 16 تا 22 فروری 2021ء

ہمارا دستور اور ضابطۂ حیات

یہ عجب طرفہ تماشا ہے کہ دنیا میں کروڑوں کی تعداد میں مسلمانوں کے نام سے جو قوم بس رہی ہے وہ دعویٰ تو اس بات کا کرتی ہے کہ اصل دستور اور قانون خدا کی کتاب اور اس کے رسولؐ کی سنت ہے' لیکن یہ عجیب شترگربگی ہے کہ ان کا عمل اس دعویٰ کے بالکل برعکس ہے اور اللہ اور اس کے رسولؐ کا عطا کردہ دستور و قانون ان کی عملی و اجتماعی زندگی میں کہیں نظر نہیں آتا۔ ان کے ہاں قرآن و سنت کے اوامر و نواہی کی سرے سے کوئی وقعت ہی نہیں' لہٰذا کوئی فیصلہ اس کے مطابق نہیں ہو پاتا۔ قرآن کا استعمال بس حصولِ ثواب اور ایصالِ ثواب کے لیے رہ گیا ہے' جبکہ وہ قرآن حکیم کے ضابطۂ حیات اور پوری زندگی کے لیے کامل ہدایت و رہنمائی ہونے کے دعوے دار بھی ہیں۔ مسلمان قوم کے اس طرزِ عمل کو ایک عجوبہ ہی کہا جا سکتا ہے۔ سورۃ الرعد میں منکرینِ قیامت کا ایک اعتراض نقل کرتے ہوئے فرمایا گیا: ''اور اگر تعجب کرنا ہے تو تعجب کے قابل تو ان کی یہ بات ہے کہ آیا جب ہم مٹی (میں مل کر مٹی) ہو جائیں گے تو کیا ہمیں دوبارہ پیدا کیا جائے گا!'' لہٰذا اگر دنیا کو کسی بات پر تعجب کرنا چاہیے تو وہ ہمارا یہ طرزِ عمل ہے کہ ایک طرف تو ہم اس بات کے مدعی ہیں کہ ہمارا دستور' ہمارا قانون اور ہمارا ضابطۂ حیات اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے اور ہر جہت اور ہر لحاظ سے کامل ہے' چنانچہ دنیا کے تمام قوانین و دساتیر سے افضل ترین ہے۔ پھر ہم یہ بھی برملا کہتے ہیں کہ اسی پر عمل پیرا ہونے سے دنیا و آخرت کی فوز و فلاح اور خیر و صلاح حاصل ہو سکتی ہے' لیکن دوسری طرف اس کامل ترین اور افضل ترین دستورِ حیات سے ہماری بے اعتنائی اور روگردانی بھی دنیا سے مخفی نہیں ہے۔ تحریکِ پاکستان کے دوران یہ بھی کہا گیا تھا کہ ''لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ پاکستان کا دستور کیا ہوگا؟ میں ان کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ ہمارا دستور تو چودہ سو سال پہلے سے طے شدہ ہے!'' لیکن عملاً جو کچھ اب تک ہوا اور جو ہو رہا ہے وہ دنیا کے سامنے ہے۔ اس سے زیادہ قابلِ تعجب بات کیا ہوگی کہ جو ملک اس اصول پر قائم ہوا تھا کہ اس کا دستور اور ضابطۂ حیات کتاب و سنت ہوگا' آج اس ملک میں اس دستور کی تنفیذ و نفاذ کا مرحلہ روزِ اول سے بھی بعید نظر آ رہا ہے۔

مطالباتِ دین
ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے میں

بِاَیِّ ذَنۡۢبٍ قُتِلَتۡ

غلبۂ دین کی جدوجہد میں صبر کی اہمیت

براڈ شیٹ اور ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل کی ....

خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہراؓ

عورت سر تا پا پردے کی چیز ہے

بے رونق دکان کا خریدار

الھدیٰ (924)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

غیر رہائشی مکانات میں جانے کے آداب

سُورَۃُ النُّوۡر — بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ — آیات: 29 ، 30

لَیۡسَ عَلَیۡکُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَدۡخُلُوۡا بُیُوۡتًا غَیۡرَ مَسۡکُوۡنَۃٍ فِیۡہَا مَتَاعٌ لَّکُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ یَعۡلَمُ مَا تُبۡدُوۡنَ وَ مَا تَکۡتُمُوۡنَ ﴿۲۹﴾ قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِہِمۡ وَ یَحۡفَظُوۡا فُرُوۡجَہُمۡ ؕ ذٰلِکَ اَزۡکٰی لَہُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیۡرٌۢ بِمَا یَصۡنَعُوۡنَ ﴿۳۰﴾

آیت ۲۹: ﴿لَیۡسَ عَلَیۡکُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَدۡخُلُوۡا بُیُوۡتًا غَیۡرَ مَسۡکُوۡنَۃٍ فِیۡہَا مَتَاعٌ لَّکُمۡ ؕ﴾ ’’اس میں تمہارے لیے کوئی حرج نہیں کہ تم غیر رہائشی گھروں میں (بغیر اجازت) چلے جاؤ‘ جن میں تمہارے لیے کچھ سامان ہو۔‘‘

اس سے مراد دکانیں‘ سٹور اور گودام وغیرہ ہیں۔

﴿وَ اللّٰہُ یَعۡلَمُ مَا تُبۡدُوۡنَ وَ مَا تَکۡتُمُوۡنَ ﴿۲۹﴾﴾ ’’اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔‘‘

قانون کی اصل روح کو سمجھنا اور اس کے مطابق اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ دراصل گھر میں بلا اجازت داخل ہونے سے منع کرنے کا مقصد گھر میں سکونت پذیر خاندان کی privacy کے تقدس کو یقینی بنانا ہے۔ لہٰذا کسی دکان یا گودام پر اس قانون کے اطلاق کا کوئی جواز نہیں ہے کہ آدمی دکان کے دروازے پر اس لیے کھڑا رہے کہ جب تک مالک مجھے اجازت نہیں دے گا میں اندر نہیں جاؤں گا۔

آیت ۳۰: ﴿قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِہِمۡ وَ یَحۡفَظُوۡا فُرُوۡجَہُمۡ ؕ﴾ ’’(اے نبی ﷺ!) مؤمنین سے کہیے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔‘‘

﴿ذٰلِکَ اَزۡکٰی لَہُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیۡرٌۢ بِمَا یَصۡنَعُوۡنَ ﴿۳۰﴾﴾ ’’یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے۔ یقیناً اللہ باخبر ہے اُس سے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔‘‘

فرمان نبویؐ

قرآن حجت ہے تمہارے حق میں یا تمہارے خلاف

عَنۡ اَبِی مَالِکِ الۡاَشۡعَرِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ: ((اَلطُّہُوۡرُ شَطۡرُ الۡاِیۡمَانِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ تَمۡلَاُ الۡمِیۡزَانَ وَسُبۡحَانَ اللّٰہِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ تَمۡلَآنِ تَمۡلَاُ مَا بَیۡنَ السَّمٰوَاتِ وَالۡاَرۡضِ وَالصَّلَاۃُ نُوۡرٌ وَالصَّدَقَۃُ بُرۡہَانٌ وَالصَّبۡرُ ضِیَاءٌ وَالۡقُرۡاٰنُ حُجَّۃٌ لَکَ اَوۡ عَلَیۡکَ کُلُّ النَّاسِ یَغۡدُوۡ فَبَائِعٌ نَفۡسَہٗ مُعۡتِقُہَا اَوۡ مُوۡبِقُہَا)) (رواہ مسلم)

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ’’صفائی ایمان کا حصہ ہے۔ الحمدللہ کہنا میزان عمل کو بھر دیتا ہے۔ سبحان اللہ اور الحمدللہ آسمان و زمین کے درمیان کی جگہ کو بھر دیتے ہیں۔ اور نماز نور ہے اور صدقہ دلیل ہے اور صبر روشنی ہے اور قرآن حجت ہے تمہارے حق میں یا تمہارے خلاف اور ہر انسان صبح کرتا ہے تو اپنے آپ کو بیچ رہا ہوتا ہے پھر کوئی اسے آزاد کر دیتا ہے یا اس کو ہلاک کر دیتا ہے۔‘‘

ہفت روزہ
لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

4 تا 10 رجب المرجب 1442ھ جلد 30
16 تا 22 فروری 2021ء شمارہ 06

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی

''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 15 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 600 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا ------ (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ

لا تقتلو اولادکم... لا تقربوالزنیٰ... لا تقتلوالنفس سورۃ بنی اسرائیل کی ان تین قرآنی آیات کے یوں اکٹھے ایک خاص ترتیب سے آنے کی حکمت کا اگر کسی نے فی الواقع مشاہدہ کرنا ہو تو حالیہ طالبہ زیادتی کیس کا جائزہ لے لیں جس میں ایک شخص کی موت واقع ہوئی، ایک پیدا ہونے والی جان کا قتل ہوا، اور بہر حال زنا ہوا۔ لیکن ہم اس کیس کی شرمناک تفصیلات کو اپنا موضوع نہیں بنانا چاہتے کیونکہ یہ کیس تو محض the tip of the iceberg اور چاول کی دیگ کا ایک دانہ ہے ورنہ جس طرح مغربی معاشرہ ایک عرصے سے اس مقام پر پہنچ چکا ہے کہ خود ان کی ''تحقیقات'' کے مطابق ہر چند سیکنڈ بعد وہاں زنا کا حادثہ پیش آتا ہے (یاد رہے کہ یہ ڈیٹا صرف زنا بالجبر کے متعلق ہے، وگرنہ زنا بالرضا کو تو مغربی تہذیب قبول کر چکی ہے)۔ اسی طرح اب ہم بھی ان کی پیروی کرتے کرتے ہوئے ان سے کچھ زیادہ دور نہیں رہے۔ اور جو تھوڑا بہت فرق رہ گیا ہے اس کو بھی ہمارے معاشرے کی ایک ''قلیل اقلیت'' مٹانے پر تلی ہے۔ کبھی عورت مارچ کے نام پر، کبھی آزادیٔ نسواں کے نام پر، کبھی انسانی حقوق کے نام پر، اور کبھی 14 فروری کو ویلنٹائن ڈے کے نام پر......

عجیب بات ہے کہ جب شرم و حیا کی بات کی جائے، ستر و حجاب کی بات کی جائے، غیر مخلوط نظام تعلیم کی بات کی جائے، عورت کا محرم کے ساتھ گھر سے نکلنے کی بات کی جائے، عورت کا رات کو گھر سے باہر نہ رہنے کی بات کی جائے، نکاح کے ''بندھن'' کی بات کی جائے، عورت کا اصل میدان کار گھر اور اگلی نسل کی پرورش قرار دیا جائے...... تو ہمارے کچھ غیر انسانی ذہنیت کے حامل لوگوں کو انسانی حقوق بہت یاد آتے ہیں۔ ہم ان انسانی حقوق کے نام نہاد علمبرداروں سے بھی پوچھیں گے جن کو ہر اسلامی تعلیم انسانی حقوق کے موجودہ تصور کے خلاف نظر آتی ہے کہ کیا عورت کا ''انسانی حق'' یہ ہے کہ اس کا ایک ''حقیقی'' شوہر ہو، جو مہر دے کر چار گواہوں کی موجودگی میں علی الاعلان وعدہ کرے کہ اس کی اور اس کی اولاد کی روٹی، کپڑے اور مکان کے ساتھ ان کی صحت، تعلیم، اور ''حفاظت'' پر اپنی پوری زندگی کھپا دے اور مرنے کے بعد بھی ان کو اپنی وراثت کا مالک بنائے اور خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ کے مصداق اس کا دنیا و آخرت میں بہتر قرار دیا جانا اپنے گھر والوں سے بہتر سلوک کرنے پر منحصر ہو...... یا یہ کہ اس کا حق ہے کہ ''جیسے چاہو جیو'' کے جھوٹے نعرے کے تحت جانوروں کی طرح جہاں جو چاہو کرتے پھرو اور پھر جانوروں کی سطح سے بھی نیچے گر کر اپنے ''پیٹ کے بوجھ'' کو جب چاہو گرا دو جو کبھی کسی جانور نے بھی نہیں کیا۔ اور کیا اس بچے کا یہ ''انسانی'' حق نہیں تھا کہ اس کے دنیا میں آنے سے قبل ہی اس کا ایک خاندان ہوتا، اس کی جان لینے والی ''ماں'' کی بجائے اس پر جان دینے والی ماں ہوتی اور اس کو disown کرنے

والے باپ کی بجائے اس کی خاطر اپنی دنیا نثار کر دینے والا باپ ہوتا، اس کے بہن بھائی، پھوپھو، چاچا، تایا، ماما، خالہ، نانا، نانی اور دادا، دادی جیسے مقدس رشتے ہوتے جو اس کے آنے پر خوش ہوتے، اس پر خرچ کرتے، محبت کے ساتھ اس کی تربیت کرتے، خوشی غمی میں ساتھ دیتے، ماں باپ کی غیر موجودگی میں زندگی بھر اسے own کرتے اور مرنے کے بعد بلا واسطہ یا بالواسطہ اسے اپنی وراثت میں حصہ دیتے...... یقیناً اُس کا یہ حق نہیں تھا کہ اس کے وجود کے خاتمے کے لیے خود اس کی اپنی ماں اپنی جان کی بازی ہار دیتی۔

کیا مغربی معاشروں میں انسانی حقوق یہی کچھ تصور ہے، اور کیا ان تمام محبتوں کی جگہ صرف وہ ایک نام نہاد ''محبت'' لے سکتی ہے جس کا ڈھنڈورا 14 فروری کو بھی ہمارے مغرب زدہ لبرل انتہائی بے شرمی سے پیٹتے ہیں؟

اس طرح کے واقعات پر ہمارا طرزِ عمل عموماً اشخاص اور واقعات پر یا پھر زیادہ سے زیادہ اثرات اور نتائج پر بحث کرنا ہوتا ہے جبکہ اصل اسباب اور وجوہات کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے اور ذمہ داری صرف ایک آدھے فریق پر ڈال دی جاتی ہے مگر اصل سوال یہ ہے کہ اس طرح کی افسوسناک اموات اور پیدا ہونے سے بھی پہلے قتل کیے جانے والے بچوں کے شرمناک قتل کی اصل ذمہ داری آخر کس پر ہے......

کیا اس ''مرد'' پر جو اپنی ہوس پوری کرنے کے بعد نا معلوم ہو جاتا ہے یا کم از کم اپنی اولاد کو disown ضرور کرتا ہے۔

کیا اس ''عورت'' پر جو ''میرا جسم میری مرضی'' کے فریب میں آ کر جو چاہے کرتی ہے اور پھر اپنے جسم میں پلنے والی جان کو جب چاہے گرا دینے کو اپنا ''انسانی'' حق سمجھتی ہے۔

کیا ان میڈیکل سنٹرز پر جو مسیحائی کے دعوؤں کے باوجود ایک معصوم جان تک کا سودا کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں بلکہ اس کے لیے منہ مانگی رقم وصول کرتے ہیں۔

کیا ان گھر والوں پر جو تعلیم کے نام پر اسلام کی تعلیمات کو پسِ پشت ڈال کر اپنی جوان بچیوں کو دور دراز ہوسٹل کے ایسے ماحول میں چھوڑ دیتے ہیں جہاں انھیں نہ بھائی کا سہارا ہوتا ہے نا والد کی عزت کی فکر، نا ماں کی آغوش اور رازداری ہوتی ہے نا خاندان کا لحاظ۔ سچ تو یہ ہے کہ ایسے آزاد ماحول میں جب ایک نوجوان لڑکی خاندان کے محفوظ حصار سے نکل کر گھر سے دور اکیلی ایسے ماحول میں آتی ہے تو ''اَنْ رَّاٰہُ اسْتَغْنٰی'' کے سبب شرم وحیا کی چادر کو اتار کر جوانی کی رنگینیوں میں مست ہو جاتی ہے اور اس کے لیے وسائل کی فراہمی کے لیے کئی قسم کے جائز و ناجائز تعلقات خواہش ہی نہیں ضرورت بھی بن جاتے ہیں۔

کیا اس مخلوط تعلیمی نظام پر جس میں اختلاط کو یوں لازم قرار دیا جاتا ہے کہ جیسے ایک مخلوط معاشرہ تشکیل دینا ہی مقصود ہے اور مرد اور عورت کے درمیان فطری کشش اور تجسس کے خاتمے کو مغرب کی ترقی کا راز قرار دیا جاتا ہے۔ عورت کو مرد کے شانہ بشانہ کھڑا کرنے کے شوق میں خاتونِ خانہ کو شمعِ محفل بنا دیا جاتا ہے جس سے اگلی نسل اپنی نگہبانی سے محروم ہو جاتی ہے۔

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اسی علم کو اربابِ نظر موت

کیا اس مغرب زدہ الیکٹرانک اور سوشل میڈیا پر جو نا صرف بے راہ روی کو لذت اور اینٹرٹینمنٹ کے نام پر ترویج دے رہا ہے بلکہ اب تو ڈراموں میں نہایت قریبی اور انتہائی حساس رشتوں تک کی ناموس کا بھی لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ جہاں عورت کو اپنی خوبصورتی اور نسوانیت کی قیمت وصول کرنے کا سبق دیا جاتا ہے۔ اور ایک گولی، ٹافی، بسکٹ اور یہاں تک کہ مردانہ استعمال کی اشیاء کے اشتہار کے لیے عورت کو نچا نچا کر یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ تو صرف ایک جسم ہے جس کو تشہیر اور کاروبار کا ایک ذریعہ بنانا ہی اس کا اصل استعمال ہے۔

کیا اس معاشرے پر جو بحیثیت مجموعی اس قدر پستی کا مکین ہو چکا ہے کہ اب اس طرح کے واقعات کی سڑاند بھی محسوس نہیں کرتا اور مغرب کی تہذیب اور ہندو کی ثقافت کی پیروی میں تمام حدیں پھلانگ چکا ہے اور کبھی بسنت کے نام پر چھتوں پر چڑھ کے ناچ گانے کے ذریعے شرم وحیا کا مذاق اڑاتا ہے اور کبھی 14 فروری کو ''یوم محبت'' کے نام پر حیا کو دفن کر دیا جاتا ہے۔

کیا اس حکومت پر جو اپنے تمام تر نیک وعدوؤں کے باوجود اب تک فحاشی و عریانی کے اس بڑھتے ہوئے سیلاب کے خلاف ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکی۔ کیا اس عالمی نظام پر جو کبھی قاہرہ تو کبھی بیجنگ میں کانفرنسیں کر کے آزادیٔ نسواں کے نام پر آزاد جنسی اختلاط اور پھر اسقاطِ حمل کو ایک عورت کا ''انسانی حق'' قرار دیتا ہے۔

کیا پورے عالم کی اصلاح پر مامور اس بہترین امت پر جسے برپا ہی اس لیے کیا گیا تھا کہ پورے عالم کے معاشرے میں خیر کو پروان چڑھائے اور برائی اور منکر کا خاتمہ کرے۔ در آں حالیکہ خود اس بہترین امت کے بہترین ملک کے ایک بڑے شہر میں اس طرح کے واقعات ہونے لگیں۔ تو پھر اس امت پر ذلت و مسکنت مسلّط کیوں نہ ہو، دنیا اس پر کاٹ کھانے کو کیوں نہ ٹوٹ پڑے۔ کیا اس امت کی اصلاح کی ذمہ داران دینی جماعتوں پر جو ان متفق علیہ منکرات کو نظر انداز کر کے اکثر و بیشتر اپنے اپنے مفادات کے لیے ایک دوسرے کی مخالفت میں اس حد تک بڑھ چکی ہیں کہ لبرل وسیکولر لوگوں کو موقع ملتا ہے کہ ان کے کرتوتوں کا حوالہ دے کر عوام کو دین ہی سے بے زار کر دیں۔

دراصل سب کے سب ذمہ دار ہیں اس جرمِ عظیم کے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کی حدود کو پامال کیا جاتا ہے تو معاملہ صرف ایک ظالم کا دوسرے مظلوم پر ظلم کرنے کا نہیں رہتا بلکہ پورا معاشرہ خود ہی ظالم ہوتا ہے اور پورا معاشرہ خود ہی مظلوم ہوتا ہے یعنی خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ بفحوائے الفاظِ قرآنی: ﴿ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ ﴾

اور کیا روزِ قیامت اس ننھی جان سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ بتا تجھے کس گناہ کی پاداش میں قتل کیا گیا۔ بِاَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ۝

غلبۂ دین کی جدوجہد میں صبر کی اہمیت

(سورۃ الطور کی آخری آیات کی روشنی میں)

جامع مسجد شادمان ٹاؤن کراچی میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ ﷾ کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

ہم سورۃ الطور کی آخری آیات کا مطالعہ کر رہے ہیں جن میں بہت قیمتی ہدایات نبی اکرم ﷺ کو اور دراصل آپ ﷺ کے ذریعے اُمت کو عطا کی گئیں کہ حق و باطل کے معرکے کے دوران کڑوی باتیں بھی تمہارے سامنے آئیں گی، مشقتیں بھی تمہیں جھیلنا پڑیں گی، تمہاری خواہشات کے برعکس معاملات بدلتے چلے جائیں گے اور باطل پرستوں کی طرف سے تمہیں طنز اور تشدد کا بھی نشانہ بنایا جائے گا۔ اس سارے تناظر میں تمہارے کرنے کا کام یہ ہے کہ صبر کا مظاہرہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات پر اعتماد رکھو، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تسبیح اور ذکر کا اہتمام جاری رکھو، بس اللہ تعالیٰ سے لو لگاؤ اور اسی سے رجوع کرو۔ حق اور باطل کی جو کشمکش مکی دور میں رہی اس کے تناظر میں جو ہدایات اللہ کی طرف سے عطا ہوئیں وہ قیامت تک کے لیے اہل ایمان کے لیے رہنمائی کا بہت بڑا سامان ہیں۔ سورۃ الطور کی یہ آخری آیات میں بھی انہی میں شامل ہیں۔ فرمایا:

﴿فَذَرۡهُمۡ حَتّٰی یُلٰقُوۡا یَوۡمَهُمُ الَّذِیۡ فِیۡهِ یُصۡعَقُوۡنَ ﴿۴۵﴾﴾ ''تو (اے نبی ﷺ!) چھوڑے رکھیے ان کو یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن سے دوچار ہوں جس میں ان پر بجلی کی کڑک گرے گی۔''

چھوڑ دیے جانے سے مراد ہے کہ ان کی مخالفت کی پروا نہ کریں ورنہ دعوت کے کام کو نہیں چھوڑا جائے گا۔ حق کے بیان کو نہیں چھوڑا جائے گا اور کیا خبر کہ آج نہیں تو کل ان میں سے کوئی حق کو قبول کرلے۔ مکی دور کے تیرہ برس اور مدنی دور کے دس برس میں مستقل درجہ بدرجہ یہ معاملہ آگے بڑھتا تا آنکہ وہ وقت بھی آیا:

﴿وَرَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا ۙ﴾ (النصر: 2) ''اور تم نے دیکھ لیا کہ لوگ گروہ کے گروہ اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں۔''

لہٰذا فرمایا آپ ﷺ اپنی محنت جاری رکھیے۔ منکرین کی مخالفتوں کی پروا نہ کیجیے۔ اگر یہ نہیں مانتے تو یہ اپنا نقصان کریں گے اور اس دن جب حساب کتاب ہوگا تو یہ اپنے برے انجام سے بچ نہیں پائیں گے۔ آگے فرمایا:

﴿یَوۡمَ لَا یُغۡنِیۡ عَنۡهُمۡ کَیۡدُهُمۡ شَیۡـًٔا وَّلَا هُمۡ یُنۡصَرُوۡنَ ﴿۴۶﴾﴾ ''جس دن ان کی چالیں ان کے کسی کام نہ آ سکیں گی اور نہ ہی ان کی کوئی مدد ہی ہوگی۔''

مرتب: ابوابراھیم

دنیا امتحان کی جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اختیار دیا ہے۔ کوئی اس اختیار کا غلط استعمال کر کے فرعون بن جاتا ہے اور خدائی کا دعویٰ بھی کر دیتا ہے اور کوئی اس اختیار کو صحیح طور پر استعمال کر کے اپنے آپ کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سامنے جھکا دیتا ہے۔ دنیا دارالعمل ہے اور آخرت دارالجزاء ہے۔ وہاں پر حساب کتاب ہوگا اور نتائج سامنے آجائیں گے۔ دنیا میں کسی کی سفارش، رشوت، دھونس، دھاندلی سے انسان بچ جاتا ہے لیکن وہاں ایسی کوئی چال کام نہیں آئے گی۔ آگے فرمایا:

﴿وَاِنَّ لِلَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا عَذَابًا دُوۡنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۷﴾﴾ ''اور ان ظالموں کے لیے اُس (آخرت کے عذاب) کے علاوہ بھی ایک عذاب ہے لیکن ان کی اکثریت علم نہیں رکھتی۔''

یعنی ایک تو وہ عذاب ہے جو عذاب الآخرۃ ہے۔ اصل عذاب تو وہی ہوگا لیکن اس دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ اس کی کوئی جھلک دکھا دیتا ہے، کبھی یہ اپنے ماننے والوں کی مدد کی صورت میں ہوتی ہے کہ اللہ ان کو دنیا میں مقام اور رتبہ عطا کرتا ہے، حتیٰ کہ زمین کی خلافت بھی ان کو عطا فرماتا ہے اور جو اللہ اور اس کے رسولوں کی مخالفت کرنے والے ہیں، اللہ کے دین کی راہ میں روڑے اٹکانے والے ہیں اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی ان کو عذاب میں مبتلا کرتا ہے جیسا کہ سابقہ سرکش اقوام کا ذکر ہمارے سامنے آچکا ہے۔ چنانچہ فرمایا: ''اور ان ظالموں کے لیے اُس (آخرت کے عذاب) کے علاوہ بھی ایک عذاب ہے لیکن ان کی اکثریت علم نہیں رکھتی۔''

ظلم سے ایک مراد شرک بھی لیا جاتا ہے۔ جیسے سورۃ لقمان میں ارشاد ہے:

﴿اِنَّ الشِّرۡكَ لَظُلۡمٌ عَظِیۡمٌ ۝﴾ (لقمان: 13) ''یقیناً شرک بہت بڑا ظلم ہے۔''

لہٰذا ظلم سے مراد شرک بھی ہے اور ظلم وہ بھی ہے جو مشرکین اہل حق پر کرتے ہیں جیسا کہ مکی دور میں مشرکین نے کیے ہیں۔ ایسے ظالموں کے لیے دنیا میں بھی اللہ عذاب بھیج دیتا ہے جیسا کہ مشرکین مکہ پر بھی قحط آیا تھا اور وہ رسول اللہ ﷺ سے دعائیں کرانے آئے تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ سے التجا کی اور ان کے معاملات پھر درست ہوئے۔ پھر جنگ بدر کا موقع بھی مشرکین کے لیے عذاب الٰہی کی ایک صورت تھی جس میں ستر بڑے بڑے مشرکین قتل ہوئے اور مشرکین کو ذلت اُٹھانی پڑی۔ حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ

نے ابوجہل کو اس اُمت کا فرعون قرار دیا، وہ بھی بدر کے موقع پر قتل ہوا۔ یہ گویا اس عذاب کی پہلی قسط تھی جو ان مشرکین کو اللہ کی طرف سے ملنی ہے۔ اصل سزا تو آخرت کے عذاب کی صورت میں باقی ہے۔ آگے فرمایا:

﴿وَاصۡبِرۡ لِحُكۡمِ رَبِّكَ﴾ ’’(اور اے نبی ﷺ) آپ اپنے ربّ کے فیصلے کا انتظار کیجیے۔‘‘ (الطور:48)

صبر اپنی جگہ ایک بڑا موضوع ہے۔ اتنا بڑا موضوع ہے کہ اللہ تعالیٰ سورۃ الفرقان میں عباد الرحمٰن (رحمٰن کے محبوب بندوں) کا ذکر کرتا ہے تو ان کی کم وبیش دس صفات بیان فرماتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ آخر میں ان کے لیے فرماتا ہے:

﴿اُولٰٓئِكَ يُجۡزَوۡنَ الۡغُرۡفَةَ بِمَا صَبَرُوۡا﴾ (الفرقان:75) ’’یہ وہ لوگ ہیں جن کو ان کے صبر کی جزا میں بالاخانے ملیں گے۔‘‘

یہاں اللہ تعالیٰ بندۂ مومن کی ساری زندگی کی محنت کو لفظ صبر سے تعبیر کر رہا ہے۔ یعنی صبر اس قدر وسیع تر مفہوم کا حامل ہے۔ آج ہمارا تصور ہے کہ بیماری آ جائے، معاش میں تنگی ہو، جسمانی تکلیف ہو، کوئی مر گیا تو صبر کر لیا تو وہ صبر ہے۔ بے شک یہ بھی صبر ہے۔ حدیث میں ہے کہ بندے کے پیر میں کانٹا چبھ جائے اور وہ اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھ لے تو اس پر بھی اجر ملے گا۔ مگر یہ صبر کا بہت ہی چھوٹا اور محدود تصور ہے۔ اگر صبر کا حقیقی مفہوم جاننا ہے تو نبی اکرم ﷺ کی 23 برس کی نبوی زندگی کا جائزہ لیجئے! محمد رسول اللہ ﷺ کی دو صاحبزادیوں کا نکاح ابولہب کے دو بیٹوں سے ہو گیا تھا، لیکن جب آپ ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا، توحید کی دعوت شروع کی تو آپ ﷺ کی دونوں صاحبزادیوں کو طلاق دے دی گئی۔ اب دیکھیے کہ صبر کے امتحان کا سفر یہاں سے شروع ہوتا ہے اور پھر بات کہاں تک پہنچتی ہے۔ جب ایک صاحبزادے کا انتقال ہوا تو ابتر کہا جا رہا ہے۔ پھر آپ ﷺ کو ذہنی اور جسمانی ایذا پہنچائی گئی، طائف کی گلیوں میں آپ ﷺ کا مقدس لہو بہایا گیا، پھر آپ ﷺ کے پیارے صحابہؓ کو شہید کیا گیا، ہجرت کی تکلیفیں، اپنے گھر اور وطن سے ہجرت کرنا، پھر جنگ اُحد میں زخمی ہو کر بے ہوش ہونا، جنگ خندق میں پیٹ پر پتھر باندھنا، گھر میں کئی کئی دن چولھا نہ جلنا، وہ فاقے، وہ مشقتیں اور وہ مصائب جھیلنا، حضرت حمزہؓ سمیت 259 صحابہ کرامؓ کی جانوں کی قربانیاں، یہ سب آپ ﷺ نے برداشت کیا، معلوم ہوا کہ بندہ مومن کی پوری زندگی صبر پر مشتمل ہوتی ہے۔

آج ہمارا تصورِ دین اتنا محدود ہو گیا ہے کہ ہم نے پانچ وقت کی نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، دو رکعت نماز جمعہ اور عیدین کی نماز کو کل دین سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ اللہ کا حکم ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا ادۡخُلُوۡا فِی السِّلۡمِ کَآفَّةً﴾ (البقرۃ:208) ’’اے اہل ایمان! اسلام میں داخل ہو جاؤ پورے کے پورے۔‘‘

اسلام تقاضا کرتا ہے کہ مسجد میں اللہ کو مانتے ہو تو گھر میں بھی اللہ کو بڑا مانو، تمہاری مارکیٹ میں بھی اللہ کو بڑا مانا جائے، اسی طرح تمہاری عدالت میں، ریاست میں، حکومت میں، اداروں میں، تمہاری سیاست میں، تمہاری معاش میں، تمہارے معاملات میں بھی اللہ کو بڑا مانا جائے۔

یہ دین کا تقاضا ہے اور اس کے لیے دین کہتا ہے کہ اللہ کی بات کرو، اس کے دین کی دعوت پیش کرو اور اس کے عطا کردہ نظام کو غالب کرنے کی جدوجہد کرو اور اس ساری زندگی کی جدوجہد میں جو تکالیف اور آزمائش آئیں ان پر صبر کرو اور اللہ پر بھروسا رکھو۔ یہ اصل میں صبر ہے۔ ہماری عظیم اکثریت آج دین کے اس تصور سے بالکل دور ہے۔ الا ماشاء اللہ!

اللہ کے آخری رسول ﷺ نے اس کا پورا نقشہ اور نمونہ پیش کر دیا۔ اب اس نمونے کے مطابق زندگی گزارنا یعنی اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے جدوجہد میں زندگی کھپانا اس اُمت کی ذمہ داری ہے اور اس جدوجہد میں جو تکالیف آئیں ان کو جھیلنا صبر ہے۔ البتہ صبر کے بھی مختلف پہلو ہیں۔ مکی دور میں جنگ کی اجازت نہیں تھی تو وہاں صبر کے تقاضے مختلف تھے۔ مدنی دور میں جنگ کی اجازت آ گئی تو اب میدان جنگ میں ڈٹ کر مقابلہ کرنا بھی صبر کا ایک پہلو ہے۔

’’اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد چاہو، جان لو کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور مت کہو اُن کو جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جائیں کہ وہ مُردہ ہیں۔ (وہ مُردہ نہیں

پریس ریلیز 12 فروری 2021ء

ویلنٹائنز ڈے جیسی رسومات اسلامی معاشرت اور تہذیب کی ضد ہیں

شجاع الدین شیخ

ویلنٹائنز ڈے جیسی رسومات اسلامی معاشرت اور تہذیب کی ضد ہیں۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ اُنھوں نے کہا کہ مغربی معاشرے کے چلن اور وہاں اس حوالے سے ہونے والی قانون سازی نے خاندانی نظام کو مکمل طور پر تباہ و برباد کر دیا ہے۔ اب وہاں شادی سے گریز اور 'Living together' کا رجحان جڑ پکڑ چکا ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ درحقیقت یہ سوشل انجینئرنگ کے منصوبے کا حصہ ہے کہ انسانوں کی عظیم اکثریت کو دین و مذہب کا باغی بنا کر شیطان کے ایجنڈے کو بھرپور طور پر آگے بڑھایا جائے۔ مسلمانوں کو دشمن کے اس خوفناک حملے سے بچنے کے لیے شعوری کوشش کرنا ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمان کو یہ ادراک ہونا چاہیے کہ ایمان اور حیا لازم و ملزوم ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ جب قرآنِ پاک زنا کے قریب بھی نہ پھٹکنے کا حکم صادر کرتا ہے تو گویا فحاشی اور بے حیائی کی جڑ ہی کاٹ دیتا ہے۔ پاکستان میں جنسی جرائم میں اضافے کی اصل وجہ یہ ہے کہ بے حیائی کی تشہیر عام ہو چکی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اُن تمام ذرائع کو مکمل طور پر ختم کر دیا جائے جن سے فحاشی اور بے حیائی پھیلتی ہے پھر فحاشی کی تشہیر اور زنا کے حوالے سے اسلام کے شرعی قوانین کو ریاستی سطح پر سختی سے نافذ کیا جائے۔ تب ہی یہاں ایک صالح معاشرہ وجود میں آ سکے گا۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

ہیں) بلکہ زندہ ہیں، لیکن تمہیں اس کا شعور نہیں ہے۔اور ہم تمہیں لازماً آزمائیں گے کسی قدر خوف اور بھوک سے، اور مالوں اور جانوں اور ثمرات کے نقصان سے۔اور (اے نبیؐ) بشارت دیجیے ان صبر کرنے والوں کو۔" (البقرہ:153 تا155)

دیکھئے! محمد مصطفیٰ ﷺ کا چہرہ انور لہولہان ہوا ہے، آپ ﷺ کے دندان مبارک شہید کیے گئے، آپ ﷺ پر بے ہوشی کی کیفیت طاری ہوئی، آپ ﷺ نے فاقے بھی برداشت کیے ہیں، آپ ﷺ نے اپنے پیٹ پر پتھر بھی باندھے ہیں۔حق و باطل کا جب معرکہ شروع ہوتا ہے تو اس وقت یہ سب بھی برداشت کرنا پڑتا ہے اور حضور ﷺ نے اس حوالے سے بھی ایک عملی نمونہ ہمارے سامنے پیش کر دیا۔آگے فرمایا:

﴿فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا﴾ "بے شک آپ ہماری نگاہوں میں ہیں۔" (الطور:48)

اس سے ایک مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ ہماری حفاظت میں ہیں ۔ پہلے حضور ﷺ پہرے کا اہتمام فرماتے تھے۔لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی حفاظت کا اعلان بھی فرمایا۔

﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ط﴾ (المائدہ:67)

"اور اللہ آپؐ کی حفاظت کرے گا لوگوں سے۔"

اس کے بعد حضور ﷺ نے پہرے ہٹا دیے۔اللہ نے براہِ راست حضور ﷺ کی حفاظت کا اہتمام فرما دیا۔یہ حضور ﷺ کی خصوصیات میں سے بھی ہے اور آپ ﷺ کی شان مبارک بھی ہے۔البتہ امتی جب اس کام میں لگے گا تو وہ اللہ کی نگاہوں میں ہی ہوگا۔جب بندۂ مومن اللہ کے دین پر عمل کے لیے، اللہ کے دین کی دعوت کے لیے، اللہ کے دین کے غلبے کی جدوجہد کے لیے محنت کر رہا ہو، مشقت کر رہا ہو، قربانی پیش کر رہا ہو، کبھی فاقے کی نوبت آجائے، کبھی اس کو کڑوی باتیں سننا پڑ جائیں۔کبھی لوگوں کی طرف سے فقرے چست کیے جائیں اور وہ جھیلتا اور برداشت کرتا ہے تو اللہ کہتا ہے یہ سب میرے علم میں ہے۔

یہ بندہ مومن کے لیے بہت بڑی تسلی ہے کہ آج جو تو اللہ تعالیٰ کی خاطر محنت کر رہا ہے، مشقت جھیل رہا ہے۔یہ سب اللہ کے علم میں ہے اور یاد رکھنا یہ دنیا دارالعمل ہے، دارالامتحان ہے اور آخرت دارالجزاء ہے۔اصل نتائج وہاں سامنے آئیں گے۔ایک حدیث میں فرمایا: اللہ تعالیٰ ایک بندے کے بارے میں فرشتوں کو حکم دے گا کہ اس کو جنت میں ایک غوطہ دے کر نکال لاؤ۔فرشتہ حکم کی تعمیل کرے گا اور اس کے بعد اس بندے کو رب کے سامنے پیش کیا جائے گا تو رب پوچھے گا: اے میرے بندے تو نے کبھی کوئی تکلیف دیکھی۔کبھی تو نے کوئی مصیبت جھیلی، کبھی کوئی پریشانی تجھ پر آئی ۔ وہ کہے گا اے اللہ! تیری ذات کی قسم! میں نے کبھی کوئی تکلیف نہیں دیکھی، کبھی کوئی پریشانی نہیں دیکھی۔ یہ وہ بندہ ہوگا جو دنیا میں اللہ کا اطاعت گزار، فرمانبردار رہا، اللہ کے دین کی خاطر، حق کی خاطر بڑی مشقتیں جھیلیں، بڑی تکالیف اٹھائیں، بڑی کڑوی کسیلی باتیں سنیں، اس پر تشدد بھی کیا گیا اور مصائب کے پہاڑ بھی اس پر توڑے گئے لیکن وہ اللہ کی بندگی پر ڈٹا رہا، اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے جدوجہد سے پیچھے نہیں ہٹا۔سبحان اللہ

جنت میں اللہ تعالیٰ وہ کچھ عطا کرے گا کہ انسان ساری تکالیف بھول جائے گا۔آج دنیا تبدیل ہو رہی ہے تو انسان کی فکر بھی تبدیل ہو رہی ہے۔کہا جاتا ہے ٹیکنالوجی میں ہم پیچھے رہ گئے تو کل ہمارے بچے معاش میں پیچھے رہ جائیں گے۔ظاہر کے اعتبار سے تدبیر کرنی ہے تو کر لی جائے ۔لیکن جس کو جنت کی فکر پڑ جائے اس کو دنیا کی تکلیف محسوس نہیں ہوتی ۔ جسے اللہ چاہیے، جسے اللہ کے وعدوں پر یقین ہو، جسے اللہ کی جنت چاہیے پھر یہاں کی تکالیف اس کے لیے ضرور ہوں گی لیکن رہتی نہیں ہیں ۔ پھر اس تکلیف سے گزرے گا، جھیلے گا کیونکہ اس کو پتا ہوگا کہ اس تکلیف کے بعد راحت بھی ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ایک صحابیؓ دیکھتے ہیں کہ یارسول اللہ ﷺ! یہ قتال ہو رہا ہے، اگر میں قتل ہو گیا تو کیا ملے گا۔حضور ﷺ نے فرمایا: تجھے جنت ملے گی۔وہ صحابی کھجوریں کھا رہے تھے۔کہا یہاں کھجوریں کھانے کا کیا فائدہ ہے اُدھر کھائیں گے۔ادھر کھجوریں چھوڑیں ادھر میدان قتال میں شہید ہوئے اور سیدھے جنت میں پہنچے۔حضور ﷺ نے کہا وہ جنت چلا گیا۔اللہ مجھے اور آپ کو یقین عطا فرمائے۔اس آیت میں خاص حضور ﷺ کا معاملہ ہے۔اگر امتی یہ کام کرے گا تو تسلی رکھے کہ اس کی محنت اللہ کے علم سے باہر نہیں۔آگے فرمایا:

﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿٤٨﴾﴾ "اور آپ تسبیح کرتے رہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ جب آپ کھڑے ہوں۔" (الطور:48)

تسبیح سے مراد اللہ کی پاکی بیان کرنا ہے۔بندۂ مومن اللہ کے دین کے رستے میں مصائب اور تکالیف اسی لیے برداشت کرتا ہے کہ اللہ اس سے راضی ہو جائے، لہٰذا ان تکالیف کی وجہ سے انسان اپنی منزل سے مایوس نہ ہو جائے اس لیے اللہ کا ذکر جاری رہنا چاہیے، دل میں اللہ کی یاد ہر وقت جاری رہنی چاہیے۔جتنا تمہارا دل یادِ الٰہی سے معمور رہے گا، جتنا تمہارا توکل اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہوگا، جتنا تمہارا یقین ہوگا کہ سب نفع و نقصان اللہ کے اختیار میں ہے، جتنا اللہ کے ساتھ تعلق مضبوط ہوگا اتنا تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق ملتی رہے گی اور تم حق پر جمے رہو گے، ڈٹے رہو گے اور باطل کا مقابلہ کرتے رہو گے۔ یہاں کھڑے ہونے سے مراد رات کا قیام بھی لیا گیا ہے۔اسی طرح جب آپ دعوت کے کام کے لیے کھڑے ہوں تو اللہ کا ذکر کیجیے، اللہ کی تسبیح کیجیے، اللہ سے مدد مانگیے، اللہ کو یاد کیجیے۔آگے فرمایا:

﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ﴾ "اور رات کے ایک حصے میں بھی آپ اُس کی تسبیح کریں"

اس میں ایک مراد یہ لی گئی کہ رات میں بھی اللہ کی تسبیح کا اہتمام ہو۔اللہ کے نبی ﷺ نے صبح وشام کے اذکار بتائے۔ان کا بھی معمول ہمیں اختیار کرنا چاہیے۔اسی طرح اللہ کے ذکر کے خاص مواقع جو نمازوں کی صورت میں ہیں وہ بھی مراد لیے گئے ہیں۔

﴿وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿٤٩﴾﴾ "اور ستاروں کے پیٹھ موڑتے وقت بھی (آپ تسبیح کیجیے)۔"

جب رات جارہی ہوتی ہے اور صبح صادق کا معاملہ آرہا ہوتا ہے۔یعنی نماز فجر بھی مراد لی گئی ہے۔ان تمام تسبیحات کا مقصود یہ ہے کہ اللہ کے دین کے لیے جدوجہد میں ہمارا تعلق اللہ کے ساتھ جڑا رہے، ہماری منزل مقصود ہمارے سامنے ہو۔یہاں اس سورت کی تکمیل کتنے زبردست انداز سے ہو رہی ہے کہ اس میں رسول اکرم ﷺ کی 23 برس کی زندگی کے مباحث کا بیان آیا اور حق و باطل کی کشمکش یا کشاکش کا ذکر آیا اور اس کے اختتام پر اللہ کے حکم کی خاطر صبر کرنا، ڈٹے رہنا، جمے رہنا، اللہ کی تسبیح، اللہ کی تحمید معین مواقع پر معین انداز میں بھی اور حضور ﷺ کے بتائے ہوئے اذکار، ذکر الٰہی کی نصیحت پر اس کا اختتام ہو رہا ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

❁❁❁

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha1@yahoo.com

11

حضورِ حق ـ 3 ـ (II)

چہ گویم قصۂ دین و وطن را
کہ نتواں فاش گفتن این سخن را
مرنج از من کہ از بے مہریٔ تو
بنا کردم ہماں دیرِ کہن را

ترجمہ اے اللہ! (عہدِ غلامی میں) مسلمانوں کے دینی جذبات اور حالاتِ وطن میں آپ کے سامنے کیا عرض کروں؟ کہ (حالات کے جبر اور برطانوی استعمار فرعونی ذہنیت کے تحت) سب کچھ سامنے کہہ دینا ممکن نہیں۔ میرے الٰہ! مجھ سے ناراض نہ ہونا کہ تیری طرف سے دستِ شفقت سامنے نہ آنے سے، میری قوم نے پورے وطن (اسلامی ہند) کو (اسلام سے قبل کا) لادین و دین بےزار و خدا دشمن نظریات کا گڑھ بنا دیا ہے (وہاں جلد کسی خیر کی توقع نظر نہیں آتی)۔

تشریح اے اللہ! میں جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے ماضی، حال اور مستقبل کے بارے میں سوچتا ہوں، میرے سامنے اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ دور تک کوئی آزادی کا جذبہ نظر نہیں آتا۔ اس ملک میں یورپی منحوس استعمار (جو دراصل صیہونی ہے) نے تاجروں کے بھیس میں آکر، ہندو سے مل کر اور سودی نظام کو اختیار کرکے تمام عالمِ اسلام کے ساتھ جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے صدیوں کے اقتدار کو ختم کر دیا ہے۔ مسلمان اس ذلت کی غلامی سے گلوخلاصی کے لیے اٹھتے بھی ہیں تو ہندو انگریز کی وفاداری میں اس جدوجہد کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کرتے ہیں (کہ ہندو کا اقتدار اور مسلم دشمن جذبے کی تسکین مغربی استعمار کے غاصبانہ قبضہ میں ہی ہے۔ اے اللہ! (برطانوی خفیہ نمائندے میری نگرانی کے لیے میرے گرد ہیں اور میں حق بات کھل کر نہیں کہہ سکتا) ابلیس کی مجلسِ شوریٰ میں نے لکھی ہے تو اشاروں کنایوں کا ہی سہارا لیا ہے۔ اس وقت دنیا مغربی صیہونی منحوس استعمار ہی ابلیس کا سب سے بڑا ایجنٹ ہے۔ اے اللہ! مسلمانوں میں آزادی اور انگریز کم بخت کے خلاف آزادی کے حصول کا جذبہ دھیما ہے۔ تیری طرف سے سردمہری کی وجہ سے شیطانی قوتیں اس جذبے کو تنہا کرکے ختم کر دیتی ہیں۔ ابلیس کی مجلسِ شوریٰ میں ہے، ابلیس اپنے مشیروں کے سامنے شکر الحمد کہہ رہا ہے کہ ؎

آرزو اوّل تو پیدا ہو سکتی نہیں   ہو جائے تو مر جاتی ہے یا رہتی ہے خام

اے اللہ! تو کمزور مسلمانوں کی دلجوئی فرما، تاکہ وہ کچھ آگے بڑھ سکیں مسلمان ہی تیرے دین کے رکھوالے ہیں مسلمان ہی مٹ گئے تو کیسے ممکن ہے کہ دین باقی رہے۔

ع کہیں ممکن ہے کہ ساقی نہ رہے جام رہے

حضورِ حق ـ 3 ـ (III)

مسلمانے کہ در بندِ فرنگ است
دلش در دستِ او آساں نیاید
ز سیمائے کہ سودم بر درِ غیر
سجودِ بوذرؓ و سلمانؓ نیاید

ترجمہ (اے اللہ! تیرے سامنے ہماری عاجزی ہے) تو ہی غلام ابن غلام مسلمانوں پر رحم فرما کہ وہ فرنگ کے غلام ہیں اور ان کا دل (دل کی آرزوئیں، امنگیں دنیاوی مستقبل کے شاندار منصوبے اور نظامِ تعلیم) غیروں کے ہاتھ میں ہے جب انہیں انگریز کے سامنے جھکنے سے دنیاوی فائدہ ملیں گے تو (اے اللہ) تو ہی بتا کہ ان نمازیوں کے سجدوں میں حضرت ابوذر غفاری اور حضرت سلمان فارسی ؓ کے سجدوں کی شان تیری دستگیری کے بغیر کیسے پیدا ہو سکتی ہے۔

تشریح بے شمار قومیں دنیا میں آئیں اور وقت گزار کر چلی گئیں۔ قوموں کی زندگی میں نشیب و فراز آتے رہتے ہیں اور اچھے اور برے دور بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ ان قوموں میں نظریاتی بھی ہوتی ہیں اور قومی، لسانی، جغرافیائی، نسلی، پیشہ ورانہ وغیرہ بھی۔ قومیں اپنی عصبیت کی بنیاد پر زوال سے عروج کی طرف اور نشیب سے فراز کی طرف گامزن ہوتی ہیں اور اکثر کامیاب بھی ہو جاتی ہیں۔ یہ کامیابی یقیناً اس قوم کی بنیاد (لوگوں کے اکٹھا ہونے کی بنیاد اور دلیل) کو مضبوط کرنے سے ہی ملتی ہے۔ مسلمان گزشتہ دو تین صدیوں سے مغرب کے بلاواسطہ اور بالواسطہ غلام چلے آرہے ہیں مگر مسلمان ایک نظریاتی قوم ہیں اور توحید، قرآن اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت و ختم نبوت پر ایمان پر قائم ہے۔ عصرِ حاضر میں مسلمان گرتے گرتے زوال کے گہرے کھڈے میں جا گرے ہیں۔ دوسری قوموں کے برعکس مسلمانوں کو جگانے کے لیے صرف یہ نعرہ کہ مسلمانو! اٹھو، مسلمانو! جاگو، دشمن آگیا ہے مقابلہ کرو...... دشمن نے گزشتہ تین صدیوں سے ہمیں غلام بنا کر ہماری روایات، کلچر، رہن سہن کے طریقے (LIFE STYLE) خوشی غمی نیز شادی بیاہ کے طریقے اور تصورات بدل دیے ہیں سیکولر و لبرل نظریات کا حاصل نظامِ تعلیم دے کر ہماری سوچ کو ایمان کے تقاضوں سے متصادم کر دیا ہے۔ نتیجتاً آج بہت سے لوگ اگرچہ نماز پڑھ رہے ہیں روزے رکھ رہے ہیں کچھ بنیادی شعائر بھی اختیار کیے ہوئے ہیں مگر وہ کسی ٹھوس یقین کے ساتھ نہیں بلکہ روایات اور خاندانی معاملات کے طور پر۔ اچھے لوگوں کی اولادیں بھی آہستہ آہستہ سیکولر اور لبرل ہو رہی ہیں۔ آج کا مسلمان فرنگ نے جکڑ رکھا ہے اس مسلمان امت کا دل فرنگ سے آزاد کرانا آسان نہیں ہے اس کی نماز اور سجدے میں حضرات ابوذر غفاریؓ و سلمان فارسیؓ جیسی ایمانی کیفیات کی توقع عبث ہے۔

براڈشیٹ جیسے معاہدوں سے ہمارے اداروں کی نااہلی ثابت ہوتی ہے۔کمپنی جس رقم کا مطالبہ کررہی ہے اس پر سود بھی بڑھتا چلا جارہا ہے اور اب بڑھتے بڑھتے یہ رقم کئی سو ملین ڈالرز تک پہنچ سکتی ہے:ڈاکٹر عطاء الرحمٰن عارف

جب تک سزا کا کوئی طریقہ کار وضع نہیں ہوگا تب تک کرپشن ختم نہیں ہوگی کیونکہ لوگوں کو سزا ملے گی تو باقی عبرت حاصل کریں گے:آصف حمید

ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل جیسے ادارے عام طور پر اسی طرح کی رپورٹ دیتے ہیں جو مخصوص عالمی قوتیں کسی ملک کو نیچا دکھانے کے لیے چاہتی ہیں:حسن صدیق

براڈشیٹ اور ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل کی رپورٹ کے موضوعات پر

حالاتِ حاضرہ کے منفرد پروگرام" زمانہ گواہ ہے "میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل کیا ہے اور اس کی کیا حقیقت ہے؟

حسن صدیق: ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل جرمنی کا ایک ادارہ ہے جو 1993ء میں برلن میں قائم ہوا تھا۔ یہ مختلف ممالک میں کرپشن کے معاملات کو دیکھتا ہے اور اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہ مختلف ممالک سے مختلف شعبوں کے ماہرین کی رائے کو اکٹھا کرتے ہیں اور پھر اس کو ایک انڈکس کی شکل دیتے ہیں۔ یعنی ایک اوپن سروے ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ کوئی باقاعدہ اعداد وشمار اکٹھے کیے جاتے ہوں بلکہ محض کچھ لوگوں کا ذاتی خیال ہوتا ہے اور مختلف ممالک میں ایک تصور پہلے سے بنا ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس ادارے کی رپورٹ میں اکثر ویسٹرن سکینڈے نیوین ممالک ٹاپ کرتے ہیں جبکہ افریقی اور ساؤتھ ایشین ممالک کی رینکنگ بہت پیچھے ہوتی ہے۔ پاکستان کا بھی یہی عالم ہے۔ انہوں نے ایک انڈیکس فارمولا بنایا ہوا ہے۔ جیسے پاکستان کا سکور پچھلے چند سالوں میں فال کر رہا ہے اور اس دفعہ رینکنگ چار درجے کم ہو کر 124 پر آگئی ہے۔ اس ادارے پر باقاعدہ ریسرچ ہوئی ہے کہ ان کا جانچنے کا طریقہ جدید تحقیق کے اصولوں پر مبنی نہیں ہے۔ اسی لیے اس کے خلاف مختلف چہ میگوئیاں بھی ہورہی ہیں۔ مثال کے طور پر بہت سی ایسی کارپوریشنز ہیں جن پر کرپشن کے الزامات تھے اور وہ اس ادارے کی ڈونرز ہیں جن میں سے ایک کارپوریشن سیمنز بھی ہے جس پر پہلے ہی کرپشن کے الزامات ہیں۔ یہاں تک کہ امریکہ بھی اس سے الگ ہے۔ بنیادی طور پر ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل بھی اقوام متحدہ سے ہی ایفیلیئیڈ ہے جس طرح این جی اوز اور ایف اے ٹی ایف وغیرہ ہیں۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ یہ ادارے اسی طرح کی رپورٹ دیتے ہیں جو مخصوص عالمی قوتیں اور ادارے کسی ملک کو نیچا دکھانے کے لیے چاہتے ہیں۔ مثال کے طور پر انہوں نے اس دفعہ اپنی رپورٹ میں یہ لکھا کہ اس دفعہ کورونا وائرس تھا۔ ظاہر ہے جون جولائی

مرتب: محمد رفیق چودھری

میں جب انہوں نے کاروباری ماہرین سے رائے لی ہوگی تو اس وقت کاروباری حالات ویسے ہی تنگ تھے۔ لہٰذا اس بنیاد پر یہ کہنا کہ کرپشن بڑھ گئی منطق کے خلاف ہے۔

سوال: ہمارے وزیراعظم عمران خان نے ورلڈ اکنامک فورم میں خطاب میں یہ دعویٰ کیا تھا کہ ٹاپ لیول کی کرپشن تقریباً ستر فیصد میں نے ختم کردی ہے۔ آپ کی کیا رائے ہے؟

حسن صدیق: اس دعویٰ کی وہ کوئی مثال نہیں دے سکے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ شاہ زیب خانزادہ نے ایل این جی کا ایک بڑا اسکینڈل پکڑا لیکن اس کے علاوہ کوئی بڑا اسکینڈل نہیں آسکا۔ پچھلی حکومتوں میں بڑے بڑے سکینڈل سامنے آئے۔ جیسا کہ آئی پی پیز سکینڈل ہے اور بہت سے سکینڈل تھے۔ پیپلز پارٹی کے دور میں پرسیپشن انڈیکس بہت اوپر چلا گیا تھا جبکہ ن لیگ کے دور میں نیچے آیا۔ لیکن ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل کے سینئر ایڈوائزر عادل گیلانی کو بعد میں سربیا کا سفیر لگا دیا گیا۔

سوال: ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل کی موجودہ رپورٹ کو آپ کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

آصف حمید: ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل کی رپورٹ کو سامنے رکھیں تو عوام زیادہ مشکل میں ہیں کیونکہ پچھلے ادوار کی نسبت موجودہ دور میں مہنگائی کا طوفان آچکا ہے لیکن موجودہ حکومت اس کی ذمہ داری پچھلی حکومتوں پر ڈال رہی ہے۔ گویا ہمارا معیار یہ رہ گیا ہے۔ بحیثیت مسلمان ہمارے لیے اصل پیمانہ وہ ہے جو ہمیں ہمارے رب اور اس کے رسول ﷺ نے دیا ہے۔ اس کی روشنی میں دیکھنا چاہیے کہ ہم اس وقت کہاں کھڑے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ﴾ (النساء: 58) ''اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو'

اس آیت کو سامنے رکھیں تو اہلیت کا جو لیول ہمارے ہاں ہونا چاہیے اس پر ہمارے کتنے سیاستدان، وزراء اور عہدیدار اُترتے ہیں۔ جو ہمارے ادارے برباد ہوئے ہیں ان کی وجوہات کیا ہیں؟ کیا وہاں پر اہل لوگ لگے ہوئے ہیں؟ اہل کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ آدمی مخلص ہو اور اسے کسی چیز کا علم نہ ہو۔ امانت داری، نیکی، خلوص، اپنی جگہ ہونی چاہیے لیکن اہلیت کے لیے صرف یہ کافی نہیں ہے۔ قرآن کے اس حکم کی نافرمانی کے نقصانات ہمارے سامنے ہیں۔ اسی طرح رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ منافق کی چار نشانیاں ہیں۔ جب بولے جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے، جب امین بنایا جائے تو خیانت کرے اور جب کوئی بحث ومباحثہ ہوجائے

تو آپے سے باہر ہو جائے۔ اس حدیث کی رو سے ہم کہاں کھڑے ہیں۔ ہم غیروں کی ٹرانسپیرنسی کو کیوں دیکھیں۔ ہم اپنے اداروں، سیاستدانوں، بیوروکریٹس اور قانون نافذ کرنے والے لوگوں کا جائزہ لیں کہ کیا بحیثیت مسلمان ہم قرآن وسنت کے معیارات پر پورا اتر رہے؟ ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل نے کچھ ایسے ملکوں کو پاکستان سے اوپر رکھا ہے جہاں پر بدترین بادشاہت نافذ ہے، جہاں پر انسانی حقوق کی بدترین خلاف ورزی ہو رہی ہے، ان ممالک کے لیے معیار ہی دوسرا ہے۔ اسی طرح حضور ﷺ نے فرمایا:

’’جب تم حیا نہ کرو تو جو جی چاہے کرو۔‘‘

یہ بھی ایک پیمانہ ہے۔ بے حیا سے مراد ہے کہ انسان کے لیے کسی برائی کے لیے جھجک ہی نہ رہے۔ اس حدیث کی رو سے اپنے معاشرے کو سکین کیجیے اور دیکھئے کہ ہمارے ہاں برائی پر کتنی ڈھٹائی دکھائی جاتی ہے کہ ہم کرپشن کرتے ہیں پچھلے بھی کرتے تھے وغیرہ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِعْدِلُوْا قف هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی ز﴾ (المائدہ:8)

’’عدل سے کام لو یہی قریب تر ہے تقویٰ کے‘‘

یہاں پر کتنا عدل ہے اور کتنا دوسروں کو نشانہ بنایا جاتا ہے؟ ان چیزوں کو سامنے رکھیں تو اعداد وشمار کے انٹرنیشنل اداروں سے کیا شکوہ کریں گے۔ ہمیں ان وجوہات کو ٹھیک کرنا ہوگا۔ پھر خان صاحب نے جو دعوے کیے تھے ان پر وہ کوئی عمل نہیں کرا سکے۔ بلکہ ان کے حکومت میں آنے کے بعد ساری قوم کو چور بنا دیا۔ یعنی جو شخص رزق حلال کما رہا ہے لیکن وہ فائلر نہیں ہے ان کی زبان میں وہ بھی چور ہے۔ حالانکہ وہ ٹیکس دے رہا ہوتا ہے لیکن خان صاحب نے سب کو چور کہہ دیا۔ حالانکہ خان صاحب کے آس پاس کتنے چور ہیں۔ ہوسکتا ہے عمران خان صاحب اچھی ٹرانسپیرنسی چاہتے ہوں گے لیکن ان کے اپنے اردگرد جو کرپٹ لوگ تھے کیا اُن کو اپنے سے الگ کیا اور کیا ان کو احتساب کے دائرے میں لے کر گئے؟

سوال: حکومت اور اپوزیشن ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل کے نتائج سیاسی پوائنٹ سکورنگ کے لیے کیوں استعمال کر رہی ہیں؟

عطاء الرحمان عارف: بنیادی طور پر ہمیں اس بات پر فکرمند ہونا چاہیے تھا کہ بحیثیت قوم ہماری چار درجے تنزلی ہوئی ہے تو کیوں ہوئی ہے؟ لیکن ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ اس پر ہماری اپوزیشن خوش ہو رہی ہے۔ حالانکہ انہیں سوچنا چاہیے کہ یہ تنزلی پاکستان کی ہوئی ہے عمران خان کی نہیں ہوئی۔ اپوزیشن کو چاہیے کہ وہ بیٹھ کر سوچے اور غور کرے اور انہیں مثبت انداز میں حکومت پر یہ بات واضح کرنی چاہیے کہ اس کی اصل وجوہات کیا ہیں۔ انہیں حکومت کو صحیح مشورے دینے چاہئیں۔

سوال: ٹرانسپرنسی انٹرنیشنل کے کیا پیرامیٹرز ہیں اور ان کی رو سے پاکستان کی کس حد تک تنزلی ہوئی ہے اور اس کی وجوہات کیا ہیں؟

عطاء الرحمان عارف: حکومت نے اس رپورٹ کو یہ کہہ کر نظرانداز کر دیا ہے کہ یہ پرانے ڈیٹا پر مشتمل ہے۔ جبکہ جن دو پوائنٹس میں تنزلی ہوئی ہے ان میں ایک ہے: رول آف لاء اور دوسرا ہے: ورائٹی آف ڈیموکریسی۔ ورائٹی آف ڈیموکریسی کو مزید وضاحت کے ساتھ بیان کرتے ہوئے ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل نے کرپشن آف legislators کا ذکر کیا۔ گویا ہماری مقننہ اور اسمبلیاں بھی اس میں ملوث ہیں۔ پھر دوسرا ذکر کرپشن آف بیوروکریسی یعنی افسران کی بدعنوانیوں پر مشتمل ہے۔ تیسرا کرپشن آف جوڈیشری کا ذکر ہے جو کہ ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہے اور اس سے بھی بڑھ کر کرپشن آف پولیس اینڈ ملٹری کا ذکر ہے۔ ان کی یہ رپورٹ مختلف ماہرین کی رائے پر مشتمل ہے جو کہ بہت زیادہ subjective ہے۔ آس پاس کے ممالک کے متعلق رپورٹ بھی کوئی زیادہ مختلف نہیں ہے۔

> **بھارت، میانمار وغیرہ میں کیا ہو رہا ہے وہ ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل کو نظر نہیں آ رہا لیکن پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق ان کو نظر آ رہے ہیں۔**

آصف حمید: پاکستان کے حوالے سے ایک بات ذہن میں رکھیے گا کہ پاکستان پر کسی نہ کسی طرح دباؤ ڈالے رکھنا مغرب کا وطیرہ ہے۔ چاہے وہ ایف اے ٹی ایف کے ذریعے ہو، چاہے وہ حقوق انسانی کے نام پر ہو۔ حالانکہ بھارت، میانمار وغیرہ میں کیا ہو رہا ہے وہ ان کو نظر نہیں آ رہا ہے لیکن پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق ان کو نظر آ رہے ہیں۔ یعنی انہوں نے کوشش کی ہے کہ پاکستان کو دباؤ میں رکھیں تاکہ عالمی طاقتیں اس کے ذریعے اپنے مفادات اور مقاصد پورے کرتے رہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ ہمارے اندر کمیاں اور کوتاہیاں ہیں۔ قرآن میں جن قوموں کی ہلاکت کی خبریں دی گئی ہیں ان میں کوئی ایک بڑی خرابی تھی۔ یعنی کسی نے شرک کیا، کسی نے رسول کا انکار، کسی نے ناپ تول میں کمی کی، کوئی ہم جنس پرستی میں تباہ ہوئی۔ لیکن بحیثیت قوم آج ہم میں وہ ساری خرابیاں پائی جاتی ہیں۔ لہٰذا یہ اللہ کی ناراضگی کا اظہار ہے جو عذاب کی صورت میں ہے۔ ہم اپنی اصلاح کی طرف نہیں جا رہے کہ ہمارے ہاں یہ چیزیں کیوں زیادہ عام ہو رہی ہیں۔

سوال: جنرل مشرف کے دور میں براڈشیٹ کے ساتھ ہونے والا معاہدہ 2021ء میں سیاسی تنازعہ کیوں بنا؟

عطاء الرحمان عارف: جون 2000ء میں نیب نے دو معاہدے کیے تھے۔ ایک براڈشیٹ کے ساتھ کہ وہ نوازشریف کے اثاثے تلاش کرے اور دوسرا ایک انٹرنیشنل ریکوری فرم کے ساتھ کہ وہ آصف زرداری کے اثاثے تلاش کرے۔ پہلی بات یہ ہے کہ کیا ہمیں اپنے اداروں پر اعتماد نہیں تھا؟ دوسری بات یہ کہ ان کے ساتھ دو بندوں کے اثاثے معلوم کرنے کا معاہدہ تھا لیکن بجائے اس کے 200 بندوں کی فہرست تھما دی گئی۔ حالانکہ اصل معاہدے میں یہ فہرست شامل نہیں تھی۔ 2000ء میں یہ معاہدہ ہوا اور 2001ء میں نوازشریف ڈیل کے تحت باہر چلے گئے۔ پھر آفتاب شیرپاؤ وزیر داخلہ بنا دیے گئے۔ جن لوگوں سے ریکوری ہوئی ہے ان میں سلطان لاکھانی، ایڈمرل منصور الحق، فوزیہ کاظمی، واپڈا چیئرمین علی اکبر، جمیل انصاری، عامر لودھی، مجیب الرحمان شامل ہیں۔ اس کے بعد براڈشیٹ بینک کرپٹ ہونے کی وجہ سے بند ہوگئی۔ اس کے بعد کاوے موسوی نے یہ فرم خرید لی اور دعویٰ کیا کہ فرم کا اصل مالک تو میں ہوں لہٰذا کمیشن مجھے دیا جائے۔ یہ معاملہ عدالت میں بہت طویل عرصے تک چلا۔ معاہدے میں یہ شق شامل تھی کہ نیب جو بھی ریکوری کرے گا اس کا 20 فیصد براڈشیٹ کو دیا جائے گا۔ اس طرح کے نقصاندہ معاہدوں سے ہمارے اداروں کی نااہلی ثابت ہوتی ہے۔

سوال: کاوے موسوی کے بیانات پر کس حد تک انحصار کیا جاسکتا ہے؟

عطاء الرحمان عارف: اگر ہم اس کی بات پر انحصار کرلیں تو ہمارے اداروں پر حرف آتا ہے کیونکہ وہ کہتا ہے کہ ہم نے کئی ملین پاؤنڈ نیب کو ریکور کرائے ۔ بے شک مغرب پاکستان کو دباؤ میں رکھنا چاہتا ہے لیکن وہ کچھ ایسی بات تو نہیں کہے گا کہ جو حقیقت کے خلاف ہو۔ البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ وہ ان چیزوں کو ہمارے خلاف استعمال کر رہے ہوں ۔ جیسے انہوں نے کہا کہ ہم نے ایک فرد کا اکاؤنٹ نیوجرسی میں سیز کروایا تھا لیکن پاکستان نے اس کو وزیر داخلہ بنا دیا۔ یہاں پر ہمارے اداروں پر حرف آتا ہے۔ لیکن اگر ہم اس کی بات کو نہیں مانتے تب بھی ہمارے اداروں نے نہایت کمزور معاہدہ کیا ہے۔ انہیں اندازہ نہیں تھا کہ ہم اپنے سیاسی مخالفین کو دبانے کے لیے جو معاہدہ کررہے ہیں وہ بعد میں ہمارے ہی گلے میں پڑ جائے گا اور اب وہ اس سے جان چھڑانے کی بھرپور کوشش کررہے ہیں۔ اس نے جو بات بیان کی کہ 2016ء میں یہ مقدمہ بازی شروع ہوئی ہے۔ اس وقت نواز حکومت نے بھی ایک شخص بھیجا تھا۔ اس وقت فیصلہ ہوگیا تھا لیکن اس کے بعد انہوں نے کہا کہ ہم اپیل میں جائیں گے ۔ اپیل میں جانا بھی ہمارے خلاف گیا۔ کیونکہ وہ جس رقم کا مطالبہ کر رہے ہیں اس کا سود بھی بڑھتا چلا جارہا ہے اور اب بڑھتے بڑھتے یہ رقم بلین ڈالرز تک پہنچ سکتی ہے۔ مقدمہ کے صفحہ 25 میں یہ بات بھی لکھی ہوئی ہے کہ پاکستان کی عدالتوں نے نواز شریف کو مجرم بنایا تھا اور ایون فیلڈ فلیٹس کے بارے میں پاکستان کی عدالتوں نے کہا کہ وہ نواز شریف کے ہیں۔ وہاں پر جج انتھونی نے جو فیصلہ لکھا ہے کہ پاکستان کی سپریم کورٹ کے مطابق ہم نے یہ فلیٹس ریکور کروائے ہیں۔ وہ ریکوری جو بھی ہوگی چاہے نواز شریف سے ہو یا ان دو سو لوگوں سے ہو ان سب پر بھی ان کا دعویٰ ہے۔ اسی طرح ایک بات اور بھی وہ کہتا ہے کہ گھمسن نامی شخص 2004ء تک نیب کا ملازم تھا اس کے بعد وہ شان گروپ کا ایڈوائزر اور کنسلٹنٹ بن گیا۔

سوال: اب یہ معاملہ تحقیقاتی کمیٹی کے سپرد کیا گیا ہے۔ اس حوالے سے کمیٹی کی تحقیقاتی رپورٹ کتنی مستند ہوگی؟

حسن صدیق: تقریباً 21 سالوں سے جو کچھ اس ملک میں کرپشن کے نام پر ہوا ہے یہ بحیثیت قوم ہمارے لیے شرم کی بات ہے ۔ ہمارے اداروں کا کردار بھی کھل کر ہمارے سامنے آگیا ہے ۔ یہ کیس بہت بڑا پنڈورا باکس ہے بقول وزیر داخلہ یہ پانامہ ہے۔ اس طرح کے معاملات سے ہی ہم مغربی طاقتوں کو اپنے اوپر چڑھائی کا موقع فراہم کررہے ہیں۔ بہرحال اگر اب کرپشن کو ختم کرنے کی کوشش ہورہی ہے تو ہمیں احتسابی عمل کی بھی اصلاح کرنی ہوگی۔ اس تحقیقاتی کمیٹی کے صدر جسٹس عظمت سعید کے کردار پر جو بیان بازی ہورہی ہے یہ بہت عجیب ہے کیونکہ یہ وہی جج ہے جس نے نواز شریف کے خلاف فیصلہ دیا تھا ، اس وقت تو مٹھائیاں تقسیم ہورہی تھیں ۔ یہ ان تین ججز میں شامل تھے جنہوں نے کہا تھا کہ جے آئی ٹی بنائی جائے لیکن اب وہ جج متنازعہ ہورہے ہیں۔ حکومت کو چاہیے تھا کہ اس کمیٹی کے لیے غیر متنازعہ بندہ لے کر آتی۔ اپوزیشن کی تنقید سمجھ سے بالاتر ہے کہ جن ٹی او آرز پر کمیٹی تحقیقات کرے گی اس میں اپوزیشن کے خلاف کوئی بات ہی نہیں ہے اور نہ ہی اس کو ٹارگٹ کیا جا رہا ہے کیونکہ اس کمیٹی کی رپورٹ میں قصوروار مشرف کی حکومت ہوگی یا نیب ہوگی۔

سوال: مالی و اخلاقی خرابیوں کی اصلاح اور ایک صالح معاشرے کے قیام کے لیے دین ہمیں کیا راہنمائی دیتا ہے؟

آصف حمید: اس معاملے میں راہنما اصول تو یہی ہے کہ عہدے اہل لوگوں کے سپرد کیے جائیں۔ نبی اکرم ﷺ نے قوموں کے تباہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی بتائی کہ ان کا بڑا جب کوئی جرم کرتا تھا تو اس کو چھوڑ دیتے تھے اور چھوٹوں کو پکڑ لیتے تھے ۔ اس کیس میں یہی ہورہا ہے کہ کرپٹ لوگوں سے ریکوری تو کی گئی لیکن اس کے غبن پر کوئی سزا نہیں دی گئی۔ جب تک سزا کا کوئی طریقہ کار وضع نہیں ہوگا تب تک کرپشن ختم نہیں ہوگی کیونکہ لوگوں کو سزا ملے گی تو باقی عبرت حاصل کریں گے۔ یہاں ریکوری بھی کیسے ہورہی ہے کہ دس ارب کا غبن کریں ایک ارب ریکوری میں دے دیں باقی نو ارب آپ کے لیے حلال ہوگئے۔ اگر ہم واقعی اصلاح چاہتے ہیں تو ہمیں دو لیول پر کام کرنا ہوگا۔ انفرادی طور پر ہر شخص اپنا خود جائزہ لے کہ وہ کس حد تک بے ایمانی میں ملوث ہے یا اس کو کن کن چیزوں میں اپنی اصلاح کی ضرورت ہے۔ اپنے کیے پر ندامت ہو، اللہ سے توبہ کریں اور آئندہ نہ کرنے کا عہد کریں۔ پہلے خود کرپشن سے بچیں پھر اپنے قریب ترین لوگوں کو اس سے پاک کرنے کی کوشش کریں۔ حکومت کے لیول پر تو ہر ادارے میں کرپشن رچی بسی ہے۔ ہمارے ہاں غبن یا کرپشن ایک ماڈرن لفظ بن گیا ہے۔ اصل میں ہمیں یہاں وہ نظام لے کر آنا چاہیے جس کے لیے یہ ملک بنایا گیا تھا۔ یعنی اسلام کا عادلانہ نظام۔ اس نظام کو قائم کرنے کی کوشش تو کریں۔ اس میں جو شرعی سزائیں ہیں وہ نافذ کریں۔ جمہوریت میں ایک حکومت جاتی ہے دوسری آجاتی ہے لیکن نظام نہیں بدلتا۔ جب تک نظام میں تبدیلی نہیں ہوگی تب تک یہ معاملات خراب سے خراب تر ہوتے چلے جائیں گے۔

عطاء الرحمان عارف: الصادق و المصدوق نبی اکرم ﷺ کی دو احادیث آپ کے سامنے رکھوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں بادشاہوں کا مالک ہوں اور بادشاہوں کا بادشاہ ہوں، بادشاہوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں، میرے بندے جب میری اطاعت کرتے ہیں میں ان کے بادشاہوں کے دل ان کی طرف رحمت اور شفقت سے متوجہ کردیتا ہوں اور بندے جب میری نافرمانی کرتے ہیں میں ان کی طرف بادشاہوں کے دل غصہ اور انتقام سے متوجہ کردیتا ہوں سو وہ انہیں سخت عذاب چکھا دیتے ہیں اور اس لیے خود کو بادشاہوں پر بددعا میں مشغول نہ کرو بلکہ خود کو ذکر اللہ اور تضرع میں مشغول کرو تاکہ میں تمہیں تمہارے بادشاہوں کے مظالم سے محفوظ رکھوں۔“ (مشکوۃ)

بنیادی بات یہی ہے کہ ہم میں سے ہر فرد کو اپنی اصلاح کی کوشش کرنی ہوگی کیونکہ جس طرح کے ہمارے اعمال ہوں گے اسی طرح کے ہمارے اوپر حکمران ہوں گے۔ آپ ﷺ نے دوسری حدیث میں فرمایا: ”جو امانت دار نہیں، اس کے ایمان کا اعتبار نہیں اور جو عہد کی پاسداری نہ کرے، اس کی دین داری کا اعتبار نہیں۔“ (مشکوۃ) ہمیں اس حدیث کو سامنے رکھ کر اپنا جائزہ لینا چاہیے۔

قارئین پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جاسکتی ہے۔

خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہرا ؓ بنت رسول اللہ ﷺ

فرید اللہ مروت

آج میں جس ہستی کی سیرت اور فضائل و مناقب کا ذکر کرنے جارہا ہوں وہ ہے سیدہ عورات عالم اور جنت کی عورتوں کی سردار حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا امام البشر اور سرورِ کائنات ﷺ کی چوتھی اور سب سے چھوٹی صاحبزادی۔ ایک طرف مجھے اپنی کم ہمتی کی فکر ہے اور دوسری طرف اس اعلیٰ ہستی کی زندگی اور سیرت کا ایک ایک گوشہ کھلی کتاب کی طرح میرے سامنے ہے۔ سمجھ نہیں آرہا کہ آپ ؓ کی کس کس سیرت اور ادا کا تذکرہ کروں۔ کیونکہ تمام مکارم اخلاق و فضائل و اوصاف آپ ؓ پر ختم ہو گئے تھے۔ ندائے خلافت کے 16 صفحات کیا اس کی سیرت کے احاطہ کے لیے تو 1000 صفحات کی کتاب بھی کم ہے۔ البتہ اختصار کے ساتھ سیرت کے اس سمندر کو کوزے میں بند کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

نام ونسب

آپ ؓ کا نام فاطمہ ؓ ہے۔ والد کا نام حضرت محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب۔

والدہ کا نام سیدہ خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد ہیں۔

لقب اور کنیت

آپ ؓ کے القابات زہرا، بتول، طاہرہ، مطہرہ، راضیہ، مرضیہ اور زاکیہ ہیں۔ (الاصابہ/378)

سیدہ فاطمہ ؓ کی کنیت ''اُمِ ابیھا'' تھی۔ یہ کنیت حضور ﷺ کی محبت کی وجہ سے ہے۔ (الاصابہ/377)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طبیعت میں بچپن ہی سے بہت زیادہ متانت، سادگی اور سنجیدگی تھی۔ آپ ؓ کی اور بہنیں کھیل کود میں حصہ لیتی لیکن آپ ؓ کا دل کھیل میں نہیں لگتا تھا۔ آپ کہیں آنا جانا پسند نہیں فرماتی تھی۔ ہمیشہ اپنی والدہ محترمہ کے پاس بیٹھی رہتی تھیں۔ اپنے والد اور والدہ سے ایسے ایسے سوالات پوچھتیں جن سے ان کی ذہانت و فطانت کا ثبوت ملتا۔ حضور ﷺ کو آپ ؓ کی یہ سادگی اور استغنا بہت پسند تھا۔ اسی وجہ سے آپ ؓ بتول (تارک الدنیا) کے لقب سے جانی جاتی ہیں۔

چونکہ آپ ؓ حضور اکرم ﷺ سے صورت و سیرت میں بہت مشابہ تھیں اس لحاظ سے آپ کا لقب زاکیہ اور راضیہ قرار پایا۔

ولادت باسعادت

آپ ؓ کی ولادت باسعادت نبوت سے پانچ سال قبل ہوئی۔ آپ ؓ کی ولادت کے وقت حضور اکرم ﷺ کی عمر مبارک 35 سال تھی۔

پرورش

آپ ؓ کی تعلیم وتربیت والد محترم سرورِ دوعالم ﷺ کے زیر سایہ بہت اعلیٰ دارفع انداز میں ہوئی۔ آپ ؓ کی والدہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا آپ ؓ کی تعلیم وتربیت پر خاص توجہ دیتی تھیں۔

ہجرت مدینہ

جب مکہ میں کافروں کا ظلم وتشدد حد سے بڑھ گیا اور رسول اللہ ﷺ کے قتل کے منصوبے بنائے جانے لگے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضور ﷺ اور صحابہ کرام ؓ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ وہاں پہنچ جانے کے چند دن بعد آپ ؓ نے اپنے اہل بیت کو بھی وہاں بلوالیا۔ حضرت فاطمہ ؓ اپنی بہنوں، والدہ حضرت سودہ ؓ اور اسامہ بن زید ؓ کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچیں۔

عقد مسنونہ

ہجرتِ مدینہ کے وقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سن بلوغت کو پہنچ چکی تھیں۔ روایات کے مطابق یکے بعد دیگرے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شادی کا پیغام بھیج دیا۔ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی درخواست قبول کی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بھی پوچھا۔ آپ ؓ نے بزبانِ خاموشی اپنی رضامندی کا اظہار کیا۔ حضور ﷺ نے پوچھا: ''تمہارے پاس مہر ادا کرنے کے لیے کچھ ہیں۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نفی میں جواب دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''میں نے تمہیں جو زرہ دی تھی، وہی مہر میں دے دو۔'' حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے 480 درہم پر یہ زرہ خرید لی اور پھر بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بطور ہدیہ واپس کردی۔

حضور ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کو بلایا۔ حضور ﷺ نے نکاح پڑھایا اور دعا فرمائی:

''اللہ تعالیٰ تم دونوں کو دلجمعی اور حسن رفاقت عطا کرے، تم دونوں کے نصیب اچھے کرے اور برکتیں نازل کرے اور تم دونوں کو نیک اور پاک اولاد عطا کرے۔''

نکاح کے وقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر 18 سال اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر 21 سال تھی۔

خاتون جنت کا سامانِ شادی

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیسوں سے جو سامان ضرورت دیا تھا وہ آج کل کے رواج پرست مسلمانوں کے لیے قابل تقلید نمونہ ہے۔ آپ ؓ کو عام استعمال کی چیزوں میں ایک چادر، ایک مشکیزہ، چمڑے کا ایک گدا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ ایک پیالہ، ایک چکی اور دو گھڑے۔ جہیز کا ثبوت نہ ازواجِ مطہرات کے کسی نکاح میں ہے، نہ بناتِ طاہرات کے نکاح کے موقع پر اور نہ ہی اہل عرب میں اس کا رواج تھا۔ (طبقات ابن سعد)

رخصتی

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی نہایت سادگی سے ہوئی۔ حضور ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا۔ اپنے سینہ مبارک پر ان کا سر رکھا اور پیشانی پر بوسہ دیا اور پھر اپنی لخت جگر کا ہاتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دے کر فرمایا: ''اے علی رضی اللہ عنہ پیغمبر کی بیٹی تمہیں مبارک ہو۔'' اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''اے فاطمہ رضی اللہ عنہا! میں نے بہترین شخص سے تیرا نکاح کیا۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مکان کرایہ پر لے لیا تھا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اسی گھر کی ملکہ بنیں۔

دعوت ولیمہ

شادی کے بعد حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ

کے ولیمے کا انتظام کیا۔ حق مہر ادا کرنے کے بعد جو رقم بچ گئی تھی اس سے ولیمے کا بندوبست کیا۔ دسترخوان پر پنیر، کھجور، نانِ جو اور گوشت تھا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ یہ اس زمانے کا بہترین ولیمہ تھا۔

خانگی امور میں تقسیم کار

ازدواجی زندگی میں امورِ خانہ داری کی بڑی اہمیت ہے۔ رحمت عالم ﷺ نے میاں بیوی کے درمیان خانگی امور کی تقسیم اس طرح فرما دی کہ اندرونِ خانہ کام کاج سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا انجام دیں اور بیرونِ خانہ فرائض حضرت علی رضی اللہ عنہ بجا لائیں اور یہی حکم خداوندی بھی ہے۔ کسبِ معاش کی ذمہ داری مرد کے کندھوں اور بچوں کی نگہداشت اور گھریلو کام کاج عورت کی ذمہ داری ہے۔

خادم کے لیے استدعا

خاتونِ جنت، سیدہ عالم فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نہایت متقی، صابر، قانع اور دیندار خاتون تھیں۔ گھر کا سارا کام خود کرتی تھیں۔ چکی پیستے پیستے ہاتھوں میں چھالے پڑ جاتے گھر میں جھاڑو دینے اور چولہا پھونکنے سے کپڑے میلے ہو جاتے تھے۔ لیکن ان کے ماتھے پر بل نہیں آتا تھا۔ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے دیکھا کہ سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا اونٹ کی کھال کا لباس پہنے ہوئے ہے اور اس میں بھی تیرہ پیوند لگے ہیں۔ ایک مرتبہ سرور دوعالم ﷺ سے ایک خادم کی استدعا کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا جان پدر، جو کچھ تم نے مانگا ہے میں تمہیں اس سے بہتر بات کیوں نہ بتاؤں، جب تم دونوں اپنے بستر پر لیٹ جاؤ تو سبحان اللہ 33 مرتبہ، الحمدللہ 33 مرتبہ اور اللہ اکبر 34 مرتبہ پڑھ لیا کرو یہ عمل اس سے بہتر ہے جو تم دونوں نے مانگا ہے۔

سیدہ کا زہد و تقویٰ

خاتونِ جنت، سیدہ عالم سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا مخلص عبادت گزار، زہد و تقویٰ کی پیکر۔ دنیا اور اس کی آسائشوں اور آرائشوں سے بے پرواہ اور بے نیاز تھیں۔ خاتونِ جنت زہد و قناعت اور روحانی فضل و کمال کے اس مرتبہ پر فائز ہوئیں، جہاں ان کے دور کی کوئی عورت نہ پہنچ سکی۔

اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی گواہی

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی سیدہ عالم رضی اللہ عنہا کی صدق و راستی کی گواہی دیتی ہیں کہ ''میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو صاف گو اور راست باز نہیں دیکھا۔''

ازدواجی زندگی

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور خاتونِ جنت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے باہمی تعلقات نہایت خوشگوار تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سیدہ رضی اللہ عنہا کی بڑی عزت کرتے اور ان کا بہت خیال رکھتے تھے۔ سیدہ عالم رضی اللہ عنہا بھی اپنے شوہر نامدار کا دل و جان سے احترام کرتی تھیں اور ان کی خدمت گزاری میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتی تھیں۔

رسول اللہ ﷺ کی سیدہ رضی اللہ عنہا سے محبت

حضور ﷺ فرماتے ہیں: ''فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جگر کا ٹکڑا ہے جو اس کو ناراض کرے گا وہ مجھ کو ناراض کرے گا''۔ حضور ﷺ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بہت محبوب تھیں، جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ملنے آتی تو آپؐ ان کے استقبال کے لیے کھڑے ہو جاتے اور اس کو اپنی جگہ بٹھاتے تھے۔ کسی سفر پر جاتے تو سب سے آخر میں فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ملتے اور جب سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے آپؓ کے گھر تشریف لاتے۔

حضرت فاطمہؓ کی حضور ﷺ سے محبت

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بچپن سے حضور ﷺ سے بے پناہ محبت تھی۔ جب ایک مرتبہ مشرکین مکہ نے خانہ کعبہ میں عبادت کے دوران حضور ﷺ پر اونٹ کی اوجھڑی ڈالی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھاگتی ہوئی آئیں۔ آپؐ سے اوجھڑی ہٹائی اور کافروں کو بددعائیں دیں۔ حضور ﷺ جب آپؓ سے ملنے آتے تو آپؓ دروازے پر استقبال کرتی اور اپنی جگہ بٹھاتی تھیں۔

حلیہ مبارک

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حلیہ مبارک، گفتگو، لب و لہجہ، نشست و برخاست اور رفتار کا طریقہ حضور ﷺ سے ملتا جلتا تھا۔

مرویاتِ حدیث

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کتب حدیث میں 18 روایتیں منقول ہیں۔ جن کو بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان سے روایت کیا ہے۔

سوتیلی ماؤں سے تعلق

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے اپنے تمام سوتیلی ماؤں کے ساتھ انتہائی خوشگوار تعلقات تھے۔ سیدہ رضی اللہ عنہا ان کا احترام کرتیں اور ان کی محبت کا دم بھرتیں اور وہ بھی سیدہ رضی اللہ عنہا کو قدر کی نگاہ سے دیکھتیں۔

ایثار و سخاوت

سیدہ عالم حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا میں ناداری اور افلاس کے باوجود فیاضی، سخاوت اور ایثار کا جذبہ بے حد زیادہ پایا جاتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے رات بھر ایک باغ سینچا اور اُجرت میں تھوڑے سے جو حاصل کیے۔ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے ان میں سے کچھ لے کر آٹا پیسا اور کھانا تیار کیا، عین کھانے کے وقت ایک مسکین نے صدا لگائی ''میں بھوکا ہوں کھانا کھلاؤ'' سیدہ رضی اللہ عنہا نے وہ سارا کھانا اسے دے دیا۔ پھر کچھ اور آٹا پیس کر کھانا پکایا۔ ابھی کھانا پک کر تیار ہوا ہی تھا کہ ایک یتیم نے دروازہ پر آ کر دستِ طلب دراز کیا۔ سیدہ رضی اللہ عنہا نے وہ تمام کھانا یتیم کو دے دیا۔ جو اناج باقی رہ گیا تھا سیدہ رضی اللہ عنہا نے پیس کر اس کا کھانا تیار کیا۔ اس مرتبہ ایک مشرک قیدی نے اللہ کے نام پر کھانا مانگا۔ سیدہ رضی اللہ عنہا نے اب کی بار بھی سارا کھانا مشرک قیدی کو دے دیا۔ اور خود بمعہ اہل خانہ فاقہ مستی میں رات بسر کی۔ اللہ جل شانہ کو ان کی یہ ادا ایسی پسند آئی کہ اس گھر کے قدسی صفات مکینوں کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا﴾ (الدھر: 8) ''اور باوجود یہ کہ ان کو خود طعام کی خواہش (اور حاجت) ہے مسکینوں اور یتیموں اور قیدیوں کو کھلاتے ہیں۔''

ایک مرتبہ قبیلہ بنو سلیم کے ایک بوڑھے آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حضور انور ﷺ نے صحابہ کی طرف دیکھا اور پھر فرمایا: ''تم میں سے کون اس مسکین کی مدد کرے گا؟'' حضرت سعید رضی اللہ عنہ بن عبادہ کہنے لگے۔ یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس ایک اونٹنی ہے جو میں اس کو دیتا ہوں، حضور اقدس ﷺ نے پھر ارشاد فرمایا: ''تم میں سے کون اس کا سر ڈھانپے گا؟'' اس پر سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے سر سے عمامہ اُتار کر اس نومسلم اعرابی کے سر پر سجا دیا۔ بعد ازیں حضور انور ﷺ نے فرمایا: ''اس آدمی کی خورد و نوش کا بندوبست کون کرے گا؟'' یہ ذمہ داری سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے سنبھال لی، لیکن وہ کسی بھی گھر سے کھانے کی کوئی چیز حاصل نہ کر سکے۔ آخر میں سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے دروازہ پر دستک دی سیدہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کون ہے؟

حضرت سلمان ؓ نے سارا واقعہ بیان کیا اور التجاء کی ''اے رسول برحق کی صاحبزادی، اس مسکین کی خوراک کا بندوبست کیجئے۔''

سیدہ عالم ؓ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا: ''سلمان ؓ! خدا کی قسم آج ہم سب کو تیسرا فاقہ ہے۔ دونوں بچے بھوکے سوئے ہیں، لیکن سائل کو محروم نہیں رکھوں گی۔ جاؤ میری یہ چادر شمعون یہودی کے پاس لے جاؤ اور اس سے کہو کہ فاطمہ بنت محمد ﷺ کی چادر رکھ لو اور اس کے عوض اس مسکین کو کچھ اناج دے دو۔''

حضرت سلمان ؓ اعرابی کو ساتھ لے کر شمعون کے پاس پہنچے اور اس سے تمام کیفیت بیان فرمائی۔ یہودی حیران ہو گیا کہ دنیا میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو خود بھوکے رہ کر بھی دوسروں کو کھانا کھلاتے ہیں۔

سیدہ عالم ؓ کے پاکیزہ کردار کا اس پر ایسا اثر ہوا کہ وہ بے اختیار پکار اٹھا: ''اے سلمان ؓ! خدا کی قسم یہی وہ لوگ ہیں جن کی خبر تورات میں دی گئی ہے۔ تم گواہ رہنا کہ میں فاطمہ ؓ کے باپ پر ایمان لایا۔''

اس کے بعد کچھ غلہ حضرت سلمان ؓ کو دیا اور سیدہ کی چادر بھی واپس بھیج دی۔ سلمان ؓ غلہ لائے تو سیدۃ النساء ؓ نے اپنے ہاتھوں سے چکی میں اناج پیسا اور روٹی پکا کر حضرت سلمان ؓ کو دی کہ اعرابی کو کھلاؤ۔ حضرت سلمان ؓ نے عرض کیا: ''اس میں سے کچھ اپنے بچوں کے لیے بھی رکھ لیں۔'' سیدۃ النساء ؓ نے فرمایا: ''جو چیز میں راہ خدا میں دے چکی ہوں وہ میرے بچوں کے لے جائز نہیں۔'' حضرت سلمان ؓ روٹیاں لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے وہ روٹیاں اعرابی کو دیں اور پھر اپنی صاحبزادی کے ہاں تشریف لائے۔ ان کے سر پر اپنا دستِ شفقت پھیرا۔ آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور دعا دی۔ ''یا اللہ! فاطمہ ؓ تیری کمزور بندی ہے، اس سے راضی رہنا۔''

اولاد

حضرت فاطمہ ؓ کی پانچ اولادیں ہوئیں۔ تین بیٹے حضرت حسن، حضرت حسین اور محسن ؓ اور دو بیٹیاں حضرت ام کلثوم اور حضرت زینب ؓ۔ حضور ﷺ کی صاحبزادیوں میں صرف حضرت فاطمہ ؓ کو یہ شرف حاصل ہے کہ ان سے آپ ﷺ کی نسل باقی رہی۔

سیدہ کا پل صراط سے گزرنا

اُم المومنین سیدہ عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب قیامت کا دن ہوگا، ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا، اے مخلوقات کی جماعت اپنے سر جھکا لو، تاکہ فاطمہ ؓ بنت محمد ﷺ گزر جائیں۔ چنانچہ وہ اس حال میں گزریں گی کہ ان کے جسم پر دو سبز چادریں ہوں گی۔ (سنن نسائی، 192/1، کتاب الجنائز)

سیدہ فاطمہ ؓ کا مرض الوفات

سرور دو عالم ﷺ کے وصال کے بعد خاتون جنت، نہایت مغموم رہتی تھیں، اور اس پیشین گوئی کا بے قراری سے انتظار ہونے لگا جو رحمت عالم ﷺ نے رازدرانہ طور پر فرمایا تھا: ''میرے وصال کے بعد اہل بیت میں سے سب سے پہلے تم ہی مجھ سے آکر ملو گی'' یہ ایامِ صبر و سکون کے ساتھ پورے کیے۔

سیدہ کی اولاد بیٹے اور بیٹیاں کم عمر تھیں۔ آپ ؓ کی تیمارداری کی خدمت انجام دینے سے قاصر تھے۔ قدرت نے یہ خدمت سیدہ اسماء ؓ بنت عمیس کو عطا فرمائی تھیں۔

بوقت وصال سیدہ ؓ کی عمر

3 رمضان المبارک 11ھ بروز منگل، سیدۃ النساء، سیدہ فاطمہ بتول ؓ نے رحلت فرمائی، وصال کے وقت سیدہ ؓ کی عمر 30 سال تھی۔

سیدہ ؓ کا جنازہ

سیدہ فاطمہ ؓ کے غسل اور تجہیز و تکفین کے بعد نماز جنازہ پڑھانے کا مرحلہ پیش آیا۔ سیدنا ابوبکر صدیق ؓ نے حضرت علی المرتضیٰ سے فرمایا آپ جنازہ پڑھائیں۔ تو سیدنا علی ؓ نے عرض کیا آپ خلیفۃ الرسول ہیں۔ میں آپ سے پیش قدمی نہیں کر سکتا۔ پس امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق ؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔''

تدفین

سیدہ فاطمۃ الزہرا ؓ کی تدفین ان کی وصیت کے مطابق رات کے وقت عمل میں آئی۔ جنازہ بڑی خاموشی سے اٹھایا گیا، بنو ہاشم کے علاوہ بہت تھوڑی تعداد میں صحابہؓ شریک ہو سکے۔ سیدنا علی المرتضیٰ، سیدنا عباس اور سیدنا فضل بن عباس ؓ نے اس مقدس امانت کو قبر کے سپرد کیا۔

علامہ شبلی نعمانی ؒ نے خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہرا ؓ کو ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

افلاس سے تھا سیدہؓ پاک کا یہ حال
گھر میں کوئی کنیز نہ کوئی غلام تھا
گھس گھس گئی تھیں ہاتھ کی دونوں ہتھیلیاں
چکی کے پیسنے کا جو دن رات کام تھا
سینہ پہ مشک بھر کے جو لاتی تھیں بار بار
گو نور سے بھرا تھا، مگر نیل فام تھا
اَٹ جاتا تھا لباسِ مبارک غبار سے
جھاڑو کا مشغلہ بھی ہر صبح شام تھا
آخر گئیں جناب رسولِ خدا کے پاس
یہ بھی کچھ اتفاق وہاں اذنِ عام تھا
محرم نہ تھے جو لوگ تو کچھ کر سکیں نہ عرض
واپس گئیں کہ پاسِ حیا کا مقام تھا
پھر جب گئیں دوبارہ تو پوچھا حضورؐ نے
کل کس لیے تم آئیں تھیں، کیا خاص کام تھا؟
غیرت یہ تھی کہ اب بھی نہ کچھ مُنہ سے کہہ سکیں
حیدرؓ نے ان کے مُنہ سے کہا جو پیام تھا
ارشاد یہ ہوا کہ غریبانِ بے وطن
جن کا کہ صُفّۂ نبوی میں قیام تھا
میں ان کے بندوبست سے فارغ نہیں ہنوز
ہر چند اس میں خاص مجھے اہتمام تھا
جو جو مصیبتیں کہ اب ان پر گزرتی ہیں
میں اس کا ذمہ دار ہوں، میرا یہ کام تھا
کچھ تم سے بھی زیادہ مقدم تھا ان کا حق
جن کو کہ بھوک پیاس سے سونا حرام تھا
خاموش ہو کے سیدہؓ پاک رہ گئیں
جرأت نہ کر سکیں کہ ادب کا مقام تھا
یوں کی بسر ہر اہلِ بیت مطہر نے زندگی
یہ ماجرائے دخترِؓ خیرالانامؐ تھا

ضرورت رشتہ

☆ کراچی میں رہائش پذیر رفیق تنظیم اسلامی کو اپنی بیٹیوں، عمر 23 سال، انجینئر (NED)، قد "6.'5 فٹ، رنگ صاف اردو سپیکنگ، صوم وصلوٰت کی پابند کے لیے ڈاکٹر یا انجینئر، عمر 29 سال تک...... اور چھوٹی بیٹی، عمر 22 سال، تعلیم انٹر کامرس، قد "3.'5 فٹ کے لیے دینی مزاج کے حامل برسر روزگار لڑکوں کے رشتے درکار ہیں۔

برائے رابطہ: 0300-2247004

عورت سرتاپا پردے کی چیز ہے

ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ

﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ﴾ ''اور مؤمن عورتوں سے بھی کہہ دیجیے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں''

﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ ''اور وہ اپنی زینت کا اظہار نہ کریں' سوائے اس کے جو اس میں سے از خود ظاہر ہو جائے''

﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۠﴾ ''اور چاہیے کہ وہ اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیوں کے بُکل مار لیا کریں''

اپنے معمول کے لباس کے اوپر وہ اپنی اوڑھنیوں کو اس طرح لپیٹے رکھیں کہ ان کے گریبان اور سینے ڈھکے رہیں۔ خُمُر جمع ہے' اس کا واحد خِمار ہے اور اس کے معنی اوڑھنی (دوپٹہ) کے ہیں۔ سورۃ الاحزاب' آیت ۵۹ میں خواتین کے لباس کے حوالے سے جَلَابِیب کا لفظ آیا ہے جس کی واحد جِلباب ہے۔ ہمارے ہاں ''جلباب'' کا مترادف لفظ چادر ہے۔ چنانچہ یوں سمجھئے کہ دوپٹہ اور چادر دونوں ہی عورت کے لباس کا لازمی حصہ ہیں۔ عرب تمدن میں اسلام سے پہلے اگرچہ عورت کے لیے چہرے کا پردہ رائج نہیں تھا مگر چادر اور اوڑھنی اس دور میں بھی عورت کے لباس کا لازمی حصہ تھیں۔ اوڑھنی وہ ہروقت اوڑھے رہتی تھی (گھر کے اندر رہتے ہوئے بھی) جبکہ گھر سے باہر نکلنا ہوتا تو چادر اوڑھ کر نکلتی تھی۔ البتہ وہ اوڑھنی اس انداز سے لیتی تھیں کہ گریبان کا ایک حصہ کھلا رہتا تھا جس سے گلا اور سینہ صاف نمایاں ہوتا تھا۔ اس آیت میں حکم دیا گیا کہ اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیوں کے بُکل مار لیا کریں تاکہ ان کے گریبان اور سینے اچھی طرح ڈھکے رہیں۔ زمانہ قبل از اسلام میں عربوں کے ہاں چادر نہ صرف عورتوں بلکہ مردوں کے لباس کا بھی لازمی حصہ تھی۔ چادر مرد کی عزت کی علامت سمجھی جاتی اور چادر کے معیار سے کسی شخص کے مقام و مرتبے کا تعین بھی ہوتا تھا۔ معمولی چادر والے شخص کو ایک عام آدمی جبکہ قیمتی دوشالہ اوڑھنے والے کو معزز اور اہم آدمی سمجھا جاتا تھا۔ اسی طرح کسی کے کاندھے سے اس کی چادر کا کھینچنا یا گھسیٹنا اس کو بے عزت و بے توقیر کرنے کی علامت تھی۔ چادر کا یہی تصور اس حدیث قدسی میں بھی ملتا ہے جس میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ فرماتا ہے: ((اَلْکِبْرِیَاءُ رِدَائِیْ))(۱) ''تکبر میری چادر ہے''۔ یعنی جو شخص تکبر کرتا ہے وہ گویا میری چادر گھسیٹ رہا ہے۔

﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ﴾ ''اور وہ نہ ظاہر کریں اپنی زینت کو''

آگے اس حکم سے استثناء کے طور پر مردوں کی ایک طویل فہرست دی جارہی ہے جن کے سامنے عورت بغیر حجاب' کھلے چہرے کے ساتھ آسکتی ہے۔ مقامِ غور ہے کہ اگر عورت کے چہرے کا پردہ لازمی نہیں ہے تو محرم مردوں کی یہ طویل فہرست بیان فرمانا (معاذ اللہ!) کیا ایک بے مقصد مشق (excercise in futility) ہے؟ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی شریعت میں عورت کے چہرے کا پردہ لازمی ہے اور اس حکم سے جن مردوں کو استثناء حاصل ہے وہ یہ ہیں:

﴿اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ﴾ ''(وہ اپنی زینت ظاہر نہ کریں کسی پر) سوائے اپنے شوہروں کے' یا اپنے باپوں کے''

باپ کے مفہوم میں چچا' ماموں' دادا اور نانا بھی شامل ہیں۔

﴿اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ﴾ ''یا اپنے شوہروں کے باپوں کے' یا اپنے بیٹوں کے' یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے''

یعنی شوہر کا وہ بیٹا جو اس کی دوسری بیوی سے ہے وہ بھی نامحرم نہیں ہے۔

﴿اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْٓ اَخَوٰتِهِنَّ﴾ ''یا اپنے بھائیوں کے' یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں (بھتیجوں) کے' یا اپنی بہنوں کے بیٹوں (بھانجوں) کے''

﴿اَوْ نِسَآئِهِنَّ﴾ ''یا اپنی (جان پہچان کی) عورتوں کے'' یعنی عام عورتیں بھی نامحرم تصور کی جائیں گی۔ البتہ اپنے میل جول اور جان پہچان کی عورتیں اس استثنائی فہرست میں شامل ہیں۔

﴿اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ﴾ ''یا اُن کے جن کے مالک ہیں ان کے داہنے ہاتھ''

یعنی غلام اور لونڈیاں۔ لیکن اکثر اہل سنت علماء کے نزدیک یہ حکم صرف لونڈیوں کے لیے ہے اور غلام اس میں شامل نہیں ہیں۔

﴿اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ﴾ ''یا ایسے زیردست مردوں کے جو اس طرح کی غرض نہیں رکھتے''

یعنی ایسے زیردست لوگ جو صرف خدمت گار ہوں اور اپنی عمر یا زیردستی و محکومی کی بنا پر خواتین خانہ کے متعلق کوئی بری نیت دل میں نہ لا سکیں۔ اس شرط پر پورا اترنے والے مرد بھی اس استثنائی فہرست میں شمار ہوں گے۔ مثلاً ایسے خاندانی ملازمین جو کئی پشتوں سے گھریلو خدمت پر مامور ہوں۔ پہلے باپ ملازم تھا' پھر اس کا بیٹا بھی اسی گھر میں پلا بڑھا اور بچپن سے ہی گھر کی خواتین کی خدمت میں رہا۔ ایسے لڑکے یا مرد سے یہ اندیشہ نہیں ہوتا کہ وہ گھر کی خواتین کے بارے میں برا خیال ذہن میں لائے۔

﴿اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۠﴾ ''یا اُن لڑکوں کے جو عورتوں کے مخفی معاملات سے ابھی ناواقف ہیں''

یعنی وہ نابالغ لڑکے جن میں عورتوں کے لیے فطری رغبت ابھی پیدا نہیں ہوئی۔ یہ ان محرم لوگوں کی فہرست ہے جن کے سامنے عورت بغیر حجاب کے آسکتی ہے۔ اس ضمن میں دو باتیں مزید ذہن نشین کر لیجیے:

پہلی یہ کہ اس آیت میں اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا (سوائے اس کے جو اس میں سے از خود ظاہر ہو جائے) کے الفاظ سے بعض لوگ چہرہ مراد لیتے ہیں' جو بالبداہت بالکل غلط ہے۔ سورۃ الاحزاب میں وارد احکامِ حجاب اور احادیث نبویہ کی رو سے عورت کے لیے چہرے کا پردہ لازمی ہے۔ عہد نبویؐ میں حکم حجاب آ جانے کے بعد عورتیں کھلے منہ نہیں پھرتی تھیں۔ میرے نزدیک ان قرآنی الفاظ

سے مراد نسوانی جسم کی ساخت یا اس کی ایسی کوئی کیفیت ہے جسے عورت چھپانا چاہے بھی تو نہیں چھپا سکتی۔ مثلاً کسی خاتون نے برقعہ پہن رکھا ہے' چہرے کے پردے کا اہتمام بھی کیا ہے مگر اس کے لمبے قد کی کشش یا متناسب جسم کی خوبصورتی اس سب کچھ کے باوجود بھی اپنی جگہ موجود ہے' جو بہرحال چھپائے نہیں چھپ سکتی۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ مذکورہ محرموں کے سامنے عورت کو صرف چہرے کے پردے کے بغیر آنے کی اجازت ہے۔ ستر کے کسی حصے کو ان کے سامنے بھی کھولنے کی اسے اجازت نہیں (اس میں صرف اس کے خاوند کو استثناء حاصل ہے)۔ واضح رہے کہ عورت کے چہرے' پہنچوں سے نیچے ہاتھوں اور ٹخنوں سے نیچے پیروں کے سوا اس کا تمام جسم اس کے ستر میں شامل ہے۔ چنانچہ کسی عورت کو کھلے بالوں کے ساتھ یا مذکورہ تین اعضاء کے علاوہ جسم کے کسی حصے کو کھلا چھوڑ کر اپنے والد' بھائی یا بیٹے کے سامنے بھی آنے کی اجازت نہیں۔

﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ ۚ﴾ ''اور وہ اپنے پاؤں زمین پر مار کر نہ چلیں کہ ان کی اس زینت میں سے کچھ ظاہر ہو جائے جسے وہ چھپاتی ہیں۔''

عورت کی چال ایسی نہ ہو جس کی وجہ سے چادر یا برقعے کے باوجود اس کے بناؤ سنگھار' زیورات وغیرہ میں سے کسی قسم کی زینت کے اظہار کا امکان ہو۔

﴿وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٣١﴾﴾ ''اور اے اہل ایمان! تم سب کے سب مل کر اللہ کی جناب میں توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔''

❁❁❁

دعائے مغفرت

إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

☆ ملتان کینٹ کے ناظم دعوت محمد آصف کے تایا وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0305-7894803

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ وَارْحَمْہُ وَاَدْخِلْہُ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُ حِسَابًا یَّسِیْرًا

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(28 جنوری تا 03 فروری 2021ء)

جمعرات (28 جنوری 2021ء) کو دارالاسلام مرکز تنظیم اسلامی میں مرکزی اُسرہ کے اجتماع میں آن لائن شرکت کی۔

جمعہ (29 جنوری 2021ء) کو جامع مسجد شادمان کراچی میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔

ہفتہ (30 جنوری 2021ء) کو حلقہ کراچی جنوبی کے تحت بعد نماز عصر ''اسرائیل نامنظور'' ریلی میں مختصر وقت کے لیے شرکت کر کے رفقاء کی حوصلہ افزائی کی۔ بعد نماز مغرب جامع مسجد کبیر DHA کے امام مولانا اسد سے ملاقات میں بچوں کے اسکول کے ساتھ حفظ اور دینی تعلیم پر تبادلہ خیال اور خیر سگالی کے جذبات کا اظہار ہوا۔ بعد نماز عشاء جامع مسجد عائشہ DHA کے امام مولانا عتیق الرحمن اور جامع مسجد سحیم کے امام مولانا یعقوب سے ملاقات کی جس میں مختلف موضوعات، اتحاد امت، باہمی دلچسپی کے امور کے علاوہ مختلف متفقہ نکات اور نفاذ دین کی جدوجہد پر تبادلہ خیال ہوا۔ دونوں ملاقاتیں نہایت مفید رہیں۔

اتوار (31 جنوری 2021ء) کو بعد نماز فجر سے 10:15 بجے تک قرآن اکیڈمی کورنگی میں ناشتہ کے بعد حلقہ جنوبی کے امراء، نقباء اور ذمہ داران سے ملاقات کا آغاز چند نئے ذمہ داران کے تعارف سے ہوا۔ پھر سوال و جواب کا سیشن ہوا۔ 11:00 بجے ''دین اسلام کے تقاضے اور لائحہ عمل'' کے موضوع پر جامع مسجد طیبہ میں مفصل خطاب عام ہوا، جس میں رفقاء و احباب بشمول خواتین شرکاء کی کل تعداد اندازاً 450 تھی۔

بعد نماز عصر قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں صحافت، میڈیا، تعلیم، سیاست اور دیگر شعبہ جات کی اہم شخصیات سے ملاقات کی جس میں ''موجودہ حالات کے تناظر میں قرآن حکیم اور ہماری ذمہ داریاں'' کے موضوع پر خطاب کیا اور بعد نماز مغرب سوال و جواب کا سیشن ہوا۔ قرآن کریم کو تعلیمی نصاب میں شامل کرنے سے متعلق بھی تبادلہ خیال ہوا، جس پر شعبہ تعلیم کے اہم افراد نے خصوصی دلچسپی کا اظہار کیا اور تعاون کی یاددہانی کروائی۔ ملاقات کے آخر میں PTI کے MPA اور پارلیمانی لیڈر بلال غفار نے سندھ اسمبلی میں قرآن حکیم کو نصاب تعلیم میں شامل کیے جانے سے متعلق بل کی منظوری میں کردار ادا کرنے کا ارادہ ظاہر کیا اور تعاون کی یقین دہانی کروائی۔ ملاقات میں جماعت اسلامی کے مقامی ذمہ داران نے بھی شرکت کی اور باہمی تعاون کی کوششوں اور قرآن اکیڈمی و تنظیم اسلامی کی دینی خدمات کو سراہا۔ عشائیہ پر محفل کا اختتام ہوا۔

پیر (یکم فروری 2021ء) بعد نماز فجر معہد الخلیل کے استاد اور مسجد ابراہیم فیز 4،DHA کے امام مولانا مفتی نذیر سے ان کی ذاتی مصروفیات کی بنا پر ملاقات نہ ہو سکی۔ ناشتہ پر نائب ناظم اعلیٰ، انجینئر سید نعمان اختر، محمد فیصل منصوری، ڈاکٹر محمد الیاس اور مقامی امیر شارق عبداللہ موجود تھے۔ 11:00 بجے سے ایک بجے تک رجوع الی القرآن کورس کے شرکاء سے تنظیم اور انجمن کے باہمی ربط پر گفتگو ہوئی جس میں انجمن خدام القرآن سندھ کی تمام ذیلی قرآن اکیڈمیز کے طلبہ نے آن لائن شرکت کی۔ بھرپور انداز میں سوال و جواب کی نشست ہوئی۔

بعد نماز ظہر کراچی پریس کلب میں ''اسرائیل نامنظور'' مظاہرے سے خطاب کیا، جس میں رفقاء کی بھرپور شرکت تھی۔

منگل (2 فروری 2021ء) کی رات کو لاہور واپسی ہوئی۔

بدھ (03 فروری 2021ء) کی صبح پہلے خورشید انجم اور بعد میں ناظم اعلیٰ اظہر بختیار خلجی کے ساتھ ملاقات کی۔ اس موقعہ پر نائب امیر بھی موجود رہے۔ بعد نماز عصر شعبہ نشر و اشاعت کے آصف حمید اور رضاء الحق سے ملاقات رہی جو نماز مغرب تک جاری رہی۔ بعد نماز مغرب تحریک خلافت پاکستان کی مرکزی عاملہ، خلافت کمیٹی اور سالانہ اجلاس عام میں شرکت کی۔ رات کو پنجاب یونیورسٹی کے ڈین شعبہ اسلامیات، ڈاکٹر سعید صدیقی کے گھر پر قرآن مجید کی تعلیم عام کرنے کے حوالے سے گفتگو ہوئی۔

بے رونق دکان کا خریدار

محمد آصف احسان

ہم ایک منٹ میں لگ بھگ بارہ اور چوبیس گھنٹوں میں اٹھارہ ہزار مرتبہ سانس لیتے ہیں۔ دورانِ تنفس ہمارے پھیپھڑے آکسیجن کو کھینچتے ہیں اور کاربن ڈائی آکسائیڈ کو جسم سے خارج کرتے ہیں۔ ہر سانس میں اللہ رب العالمین کی دو نعمتیں موجود ہیں: آکسیجن کا پھیپھڑوں تک پہنچنا اور کاربن ڈائی آکسائیڈ کا باہر نکلنا۔ اگر سانس اندر جائے اور باہر نہ نکلے یا باہر نکلے اور دوبارہ اندر نہ جائے تو انسان خواہ شاہ ہو یا گدا مر جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم کے کمال سے ہمارے نظامِ تنفس کو برقرار رکھتے ہیں اور ہر روز کم از کم چھتیس ہزار دفعہ ہمیں سانس کی روانی کی نعمت عطا کرتے ہیں۔

مولا کریم کا بے پایاں احسان ہے کہ اس نے اپنے بندوں کے قلوب میں اپنی محبت کا نور اور عبادت کا ولولہ پیدا کیا۔ انسان اس کی چوکھٹ پہ سر جھکاتا ہے، سخاوت کرتا ہے اور کلمہ شکر ادا کرتا ہے۔ غور کریں یہ رب ذوالجلال والاکرام ہے جو سر، ہاتھ اور زبان کو عدم سے وجود میں لایا۔ درحقیقت اس کی ذات نے سر کو خم کرنے کی صلاحیت دی، ہاتھ کو خیرات کرنے کا ہنر سکھایا اور زبان کو قوتِ گویائی بخشی۔ مالک جل شانہٗ کی توفیق و عنایت کا میدان گرم نہ ہو تو انجام کے اعتبار سے ذی شعور انسان اور خونخوار درندے ہم پلہ و ہم رتبہ ہوں۔ دونوں میں کوئی تفاوت اور دوری نہ ہو۔

عزیز القدر! جان لیں انسان ہر معاملے میں رحمت والے بے نیاز رب کے در کا فقیر اور اس کے لطف کا محتاج ہے۔ بندے کا مال متاع، رتبہ و مقام، شعور و سلیقہ، علم و جوہر حتیٰ کہ احسان و بھلائی کا ارادہ بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت و مہربانی کا مرہونِ منت ہے۔ اس کا فضل شاملِ حال نہ ہو تو ہر جستجو لاحاصل، ہر کوشش رائیگاں اور ہر نشانِ منزل سراب ہے۔ رحمٰن و رحیم کو پسند آتا ہے کہ اس کی مخلوق تواضع و فروتنی کو اختیار کرے اور اپنی بڑائی کے دعوے سے ہاتھ اٹھالے۔ جو شخص اپنے اسباب و وسائل، علوم و فنون اور نفس کی پارسائی پر گھمنڈ کرتا ہے وہ رب تعالیٰ کی رحمت سے محروم اور اس کے قہر کا شکار ہے۔ اس کے برخلاف جو عجز و انکسار کے راستے پر چلتا ہے اس کی قدر و منزلت کو اللہ بلند کرتے ہیں۔

بادل کا ایک ٹکڑا نرم رو ہوا کے ہم رکاب تھا۔ اس کے دامن سے بارش کا ایک قطرہ زمین پر ٹپکا۔ دریا کی چوڑائی دیکھ کر قطرہ شرمسار ہوا۔ اس نے حسرت کے ساتھ سوچا: ”پانی کی اس فراخی و وسعت کے سامنے میرا وجود معدوم ہے۔ کوئی فرق نہ پڑتا اگر میں نہ ٹپکتا۔“ قطرے نے اپنی ذات کو حقیر سمجھا اور اپنے وجود کی نفی کی۔ صدف نے محبت و شوق سے اپنی آغوش کھولی اور قطرے کو پالا پوسا۔ قلیل مدت میں بارش کا قطرہ درِ شہوار (بادشاہوں کے قابل موتی) بن گیا۔ جس نے درماندگی کے ساتھ اپنی پیشانی کو سرنگوں کر دیا اس کے درجے کو رب تبارک وتعالیٰ نے بلند کر دیا۔

ہمارے اسلاف علم و عمل کے تابندہ ستارے تھے۔ ان کی زندگی پروردگارِ عالم کی محبت و خشیت سے لبریز اور ان کے معمولات خلوص و عبادت سے معمور تھے۔ کردار میں سادگی، مزاج میں عاجزی اور میل جول میں بے غرضی عیاں تھی۔ قربِ روحانی کا نتیجہ تھا کہ ان ستودہ صفات لوگوں نے اپنی ذات اور اپنے اعمال کو یکسر فراموش کر دیا تھا۔ حضرت ابوبکر ؓ کہتے تھے: ”کاش میں مومن کے سینے کا ایک بال ہوتا۔“ حضرت عمر ؓ نے نزع کے عالم میں حاضرین سے کہا: ”عمر پر افسوس ہے اگر بخشا نہ گیا۔“ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کہتے تھے: ”کاش میری موت کے بعد مجھے نہ اٹھایا جائے۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں: ”کاش میں ایک بھولی بسری داستان ہوتی۔“

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ اپنی وفات سے قبل زار زار روئے۔ اصحاب نے سبب پوچھا تو فرمایا: ”مصعب بن عمیر ؓ میری ذات سے بہتر تھے۔ دنیا سے رخصت ہوئے تو اتنا ترکہ بھی نہیں چھوڑا کہ کفن دفن کو کفایت کرتا۔ فقط ایک چادر تھی اس سے سر کو ڈھانپتے تو پاؤں کھل جاتے، پاؤں کو چھپاتے تو سر کھل جاتا۔ لیکن میں دنیا سے ملا اور دنیا مجھ سے ملی۔ میں ڈرتا ہوں کہ روزِ حساب میرے ساتھی سبقت لے جائیں گے۔“ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ نے موت کے وقت اپنے قریبی مصاحب حماد رحمہ اللہ سے پوچھا: ”کیا آپ توقع رکھتے ہیں کہ میری مغفرت ہو جائے گی؟“

یہ سنت کے ترجمان حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا قصہ ہے۔ آپ کی استقامت و عالی ہمتی بے مانند اور آپ کا علم و زہد یکتا تھا۔ مسلمانوں کا لشکر بلادِ روم میں جہاد کر رہا تھا۔ کچھ کفار اپنے قلعے کی فصیل پر پہرا دے رہے تھے۔ مسلمان منجنیق سے نشانہ باندھتے لیکن وار خالی جاتا۔ بہت زور آزمایا مگر بے سود۔ لشکر میں شور اٹھا: ”اہلِ سنت کے امام احمد کے لیے دعائے عافیت کرو!“ مجاہدین نے امام رحمہ اللہ کے لیے ہاتھ اٹھائے اور منجنیق سے دوبارہ پتھر داغے۔ دشمنوں کے پرخچے اڑ گئے اور فصیل میں شگاف پڑ گیا۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو خبر ہوئی تو چہرے کا رنگ فق ہو گیا اور فرمایا: ”مجھے اندیشہ ہے یہ استدراج نہ ہو۔“ شمس الدین الذہبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ امام رحمہ اللہ کی نماز جنازہ میں آٹھ لاکھ مردوں اور ساٹھ ہزار عورتوں نے شرکت کی۔

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہما کی کسر نفسی کو دیکھیں۔ دونوں اصحاب رسول قبریں کھودتے تھے۔ امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ مردوں کو غسل دیتے تھے۔ حضرت بشر حافی رحمہ اللہ ہمیشہ برہنہ پا رہتے اور تنہا چلتے تھے۔ حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ زمین پر منتشر گٹھلیاں چنا کرتے تھے۔ ابو یزید البسطامی رحمہ اللہ عید کے روز حمام سے نہا کر نکلے۔ کسی شخص نے بے خبری سے آپ پر راکھ کا طشت گرا دیا۔ آپ رحمہ اللہ اپنی دستار اور ڈاڑھی سے راکھ جھاڑتے تھے اور فرماتے تھے: ”اے نفس! تو جہنم کی آگ کے لائق ہے۔ اس راکھ سے کیوں

کر رنجیدہ ہے؟''

اللہ والوں کا یہی شیوہ ہے۔ خود بینی نہیں خدا بینی کرتے ہیں۔ دعوے نہیں کرتے، حقیقت کو طلب کرتے ہیں۔ بھیس بدل کر نیکی کرتے ہیں تا کہ کوئی پہچان نہ سکے۔ ان کی کوئی کرامت مشہور ہو جائے تو اس کا انکار کر دیتے ہیں۔ خالق سبحانہ وتعالیٰ نے جس خاک سے بنایا ہے اس خاک ہی کی طرح بردبار اور منکسر المزاج رہتے ہیں۔ رفیع الدراجات جل شانہ انھیں بلندی عطا فرماتا ہے کیونکہ وہ اپنی ذات کو پست کرتے ہیں۔

عصیان کی دلدل میں پھنسا ہوا شخص اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے۔ اس بے سروسامان فقیر کا یہ حال ہے کہ اپنی عبادت کی خستہ حالی اور کمی پہ دل گرفتہ وشرمندہ ہے۔ میری بندگی کا پرندہ عنقا کے آشیانے میں رہتا ہے۔ سینے میں ہوک اٹھتی ہے کہ فرضی پرند ہونے کے باوجود عنقا کا نام مشہور ہے، میری بندگی کا پرندہ تو سرے سے بے نام ہے۔ صانع حقیقی تبارک وتعالیٰ سے تعلق کو کس طرح بیان کروں۔ اس کے ساتھ میری نسبت فقط یہ ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ (جس کی جڑیں چھٹے آسمان اور شاخیں ساتویں آسمان پر ہیں) کا خالق بھی وہ ہے اور اس خاک کے ذرے کا خالق بھی وہ ہے۔ فقیر کے دامن میں اس کے سوا اور کچھ نہیں۔

ھھلك الناس حوله عطشا
و ھو ساق یری ولا یسقی

لوگ اس کے اردگرد شدت پیاس سے مر گئے
وہ ایسا ساقی ہے جو دیکھتا ہے مگر پلاتا نہیں

حق بات یہی ہے کہ جو شخص خود پرست وخود ستا ہو اور اپنی ''ذات'' کو کسی کافر سے بھی افضل سمجھے، وہ بے رونق دکان کا خریدار ہے۔ اس کے لیے حضرت واجب الوجود سبحانہ وتعالیٰ کی محبت ومعرفت پانا ممکن نہیں۔ ہر روز ہزاروں دفعہ سانس کی روانی کی جو نعمت ملتی ہے۔ سلطنت قاہرہ اور قدرت کاملہ کے مالک کے لیے کچھ مشکل نہیں کہ اس نعمت کو محض چند لمحوں کے لیے روک دے۔ انانیت اور غرور میں گرفتار شخص کے لیے اس کے بعد تاریکی ہی تاریکی ہے مگر جس شخص پر اللہ رحم کرے۔

❁❁❁

محترم ذوالفقار علی کا سفر آخرت

شوکت حسین انصاری

ہمارے بہت ہی محترم پیارے بزرگ ساتھی جناب ذوالفقار علی جو کہ 1961ء میں ہارون آباد کے چک 21/3R میں پیدا ہوئے۔ ایف اے تک تعلیم حاصل کی۔ دینی ذوق شوق بچپن سے ہی تھا۔ مختلف دینی جماعتوں کا لٹریچر پڑھا ہوا تھا۔ 9 مارچ 1998ء کو تنظیم اسلامی میں شمولیت اختیار کی۔ مختلف ذمہ داریوں پر خدمات سرانجام دیں۔ میری پہلی ملاقات اپریل 1999ء میں فورٹ عباس میں تالاب والی مسجد میں ہوئی، ہم نے وہاں دو روزہ پروگرام میں شرکت کی۔ پھر 3، 4 اپریل کو بہاولنگر میں بھی دو روزہ لگایا۔ 4 دن ان کی معیت میں گزارے۔ نہایت شفیق، محبت کرنے والے اور اصول پسند، صاف گو، سنجیدہ مزاج، دینی غیرت وحمیت رکھنے والے انسان تھے۔ سادہ زندگی گزاری۔ مدینہ ٹاؤن چک 9/BC میں تنظیم کا مرکز 2001ء میں قائم ہوا تو ذوالفقار علی 2006ء میں مع فیملی بہاولپور منتقل ہو گئے۔ اور ہمہ تن مسجد ومرکز تنظیم کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔ خطبات جمعہ دینا، دورس قرآن مجید دینا اور تنظیم کے تربیتی ودعوتی اجتماعات منعقد کرانا ان کی ذمہ داری رہی۔ پھر جب 2007ء میں دریائے ستلج کے کنارے قطع ارضی خریدا گیا تو وہاں کی زمین کی کاشت کا حساب کتاب وانتظام بھی سنبھالا۔ پیرانہ سالی کے باوجود ہر وقت مستعد، لگن، محنت شاقہ ان کی گھٹی میں بھری ہوئی تھی۔ مسکرانا، محبت سے نصیحت کرنا ان کا شعار تھا۔ حق بات ڈنکے کی چوٹ بیان کرتے۔ کسی سے ڈرتے نہیں تھے۔ مجھے بھی کئی بار میری غلطیوں پر توجہ دلائی اور نصیحت کی۔ ان کا پیار اور خلوص، محبت کبھی نہیں بھلا سکوں گا۔ مجھے پیار سے (بابا جی) کہتے تھے حالانکہ مجھ سے بڑے تھے۔ 5 دسمبر 2020ء کو انہوں نے اپنی بیٹی کی شادی کا فریضہ سرانجام دیا۔ شادی کے بعد بیماری میں اضافہ ہوا۔ علاج معالجہ جاری رکھا ہوا تھا کہ 13 دسمبر بروز اتوار کی صبح اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ وَ ارْحَمْہُ وَ اَدْخِلْہُ فِیْ رَحْمَتِكَ وَ حَاسِبْہُ حِسَابًا یَّسِیْرًا۔ آمین! سالانہ اجتماعات پر بہت سے انتظامات بھی سنبھالتے۔ مجاہدانہ زندگی گزاری اور بندگی ربّ کی ادائیگی کرتے کرتے عالم آخرہ میں جا پہنچے۔ رفقاء تنظیم بہاولپور پر یتیمی کا سایہ فگن ہو گیا۔ ہر رفیق اشک بار تھا۔ اللہ پاک ان کو اپنے سایہ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ اُن کی خطاؤں کو معاف فرمائے۔ آمین!

رفقاء متوجہ ہوں ان شاءاللہ

''قرآن اکیڈمی یاسین آباد کراچی'' میں

27 فروری تا 05 مارچ 2021ء (بروز ہفتہ نماز عصر تا جمعۃ المبارک 12:00 بجے)

مبتدی وملتزم تربیتی کورس کا انعقاد ہو رہا ہے

نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں مندرجہ ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ رفقاء اِن موضوعات پر دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں: ☆ جہاد فی سبیل اللہ ☆ اسلام کا انقلابی منشور

اور

05 تا 07 مارچ 2021ء (بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

امراء، نقباء ومعاونین تربیتی ومشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے

نوٹ: مندرجہ ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ ذمہ داران سے گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں۔ ☆ منہج انقلاب نبوی ﷺ ☆ شہادت علی الناس واقامت دین

زیادہ سے زیادہ رفقاء اور امراء ونقباء ومعاونین متعلقہ پروگرام میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں | برائے رابطہ: 021-34816581, 0345-2789591

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 78-35473375(042)

Biden reverts to old imperial tactics in Afghanistan

The newly-minted president of the United States, Joe Biden has not completed even 10 days in office but he has returned to America's imperialist agenda.

True, he has reversed some of his predecessor's disastrous policies including rejoining the Paris Climate Accord and rescinding restrictions on entry of citizens from seven Muslim-majority countries into the US. Yet the Zionist regime with an equally if not more atrocious record has been excluded from such review.

In other areas, his actions, however, betray a disturbing pattern of imperial hubris. The new Secretary of State Tony Blinken has already fired slavos against Iran, Afghanistan and China. On Iran, Blinken said Tehran must comply with all the requirements under Joint Comprehensive Plan of Action (JCPOA) and once the US is satisfied, it will then consider what steps to take. On Afghanistan, the Biden regime announced its intention to review the February 29, 2020 US-Afghan Taliban agreement signed in Doha, Qatar. The day after Biden was inaugurated as president, two massive bomb explosions rocked Baghdad killing 32 people. The US-created and backed terrorist outfit Daesh (aka ISIS) claimed responsibility. And in Syria, the terrorists have resurfaced.

All these disturbing developments are not coincidental. What they indicate is that Biden, the consummate insider and establishment figure, is backing the same old dirty tricks of Empire that have brought it to such a sorry state in the first place.

In Afghanistan, the US position is cunningly duplicitous. Biden and NATO have indicated that they would not withdraw all US forces from Afghanistan despite the February 2020 accord with the Afghan Taliban being quite clear. The US-Afghan Taliban peace deal stipulated that US will withdraw all forces by May 2021. Now both the US and NATO are all set to unilaterally dishonor the agreement.

Biden wants to send a team to Afghanistan to review the situation. Further, there are clear indications that India has not given up on its disruptive role in Afghanistan. India's National Security Advisor, Ajit Doval visited Kabul on January 13. Two weeks later, he held a telephone conversation with his US counterpart Jake Sullivan. It is not difficult to surmise what Doval said to Sullivan. As an evil man, Doval wants to prevent Afghanistan from becoming peaceful.

The visit of an Afghan Taliban delegation to Tehran on January 26 to hold talks with Secretary of Iran's Supreme National Security Council, Ali Shamkhani has assumed added significance. The Afghan Taliban delegation was led by senior leader Mullah Abdul Ghani Baradar who told Shamkhani, "We do not trust the United States an inch, and will fight any party that serves as its mercenary," he said.

Given US conduct, who can blame Afghan Taliban? On January 29, Ghani said the US should halt troop withdrawal because, as he put it, the Afghan Taliban had not ended attacks or reduced violence. He is worried that if US forces pull out, he will not be able to stay in power, limited as it is to the palace in Kabul.

The new US regime is once again showing that it is totally untrustworthy. Its word has no weight; its signature no value. Why should anyone take the duplicitous Biden regime seriously at all?

Source: ***Adapted from an article by Zia Sarhadi; posted on https://www.icit-digital.org/***

Note: ***The editorial board of Nida-e-Khilafat may not agree with all information provided, analysis made and conclusions drawn in the article.***

Vol: 30 Regd. No. C.P.L NO.114 No.06

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore